

کثیر المکتوبین میں حضرت سید عالمؑ کی جانب سے (کی تو قسموں)
جہاں حضورؐ کی ولادت با سعادت ہوئی



پیشین کا مصطفیٰؐ و سید لاوی مصطفیٰؐ

مُصَنَّف

پروفیسر سید حضور غوث اعظم ہزاروی
حضرت سید حبیب اللہ قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ
سابقہ رector جامعہ اسلامیہ دارالعارفین اسلام آباد

مُصَنَّف

خواجہ سلیم علی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
حضرت امجد الحق محمد فیض احمد قادری
مفتی اعظم پاکستان

اولیسی بک سیکشال ہاؤس جنت علیہ

پیشین کے لیے 0333-8173630

جملہ حقوق محفوظ ہیں

با اجازت: صاحبزادہ سید جلال الدین قادری البھیلانی

| | |
|--------------|--|
| نام کتاب : | بچپن مصطفیٰ ﷺ میلاد مصطفیٰ ﷺ |
| مصنف : | حضرت علامہ الحافظ محمد فیض احمد اویسی رضوی |
| مصنف : | سید محمد حبیب اللہ قادری البھیلانی (رشید پادشاہ) |
| پروف ریڈنگ : | محمد نعیم اللہ خاں قادری |
| صفحات : | طاہر کپوڑنگ سنٹر کوٹ قاضی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ |
| قیمت : | 150 روپے |

ملنے کے پتے

شعبہ برادرز اردو بازار لاہور / فیصلہ بک شال حق سٹریٹ لاہور
جلالہ صراط مستقیم گجرات / نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور / رضا بک شاپ گجرات
مکتبہ مہرید رضویہ کالج روڈ ڈسکا / مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکل روڈ گوجرانوالہ
مکتبہ فیضانِ مدینہ سرائے عالمگیر، مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر / مکتبہ فیضانِ اولیاء کاموگی
مکتبہ فیضانِ مدینہ لکھنؤ / مکتبہ فکر اسلامی کھاریاں / اکرم انوالہ بک شاپ اردو بازار لاہور
صراط مستقیم جلی کیشنز 5، 6 ہرکڑا لائسنس دربار مارکیٹ لاہور / احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
اسلامک بک کارپوریشن، راولپنڈی، مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی، صراط مستقیم جلی کیشنز گوجرانوالہ
مکتبہ مہرید کاظمیہ جامعہ انوار العلوم نیوٹن / مکتبہ صابرہ لاہور / اویسی بک شال گوجرانوالہ

فہرست مضامین

| | | |
|-----------|------------------------|-----------|
| نمبر شمار | مضمون | صفحہ نمبر |
| ۱ | پیش لفظ | 7 |
| ۲ | دعائے خلیل علیہ السلام | 8 |
| ۳ | دودھ پلانے والیاں | 11 |
| ۴ | برکات میلاد شریف | 13 |
| ۵ | سیدہ حلیمہ سعدیہ | 15 |
| ۶ | ندایا تفسیر غیب | 22 |
| ۷ | بچپن میں مدینہ کا سفر | 23 |
| ۸ | مرثیہ جنات | 28 |
| ۹ | دلیل ایمانِ آمنہ | 29 |
| ۱۰ | ایمان کی روشن دلیل | 32 |
| ۱۱ | حکایت | 33 |
| ۱۲ | بادل سایہ کرتا | 39 |
| ۱۳ | گانے باجے سے حفاظت | 42 |

| | | |
|----|---------------------------------------|----|
| ۱۴ | تاریخ ولادت | 46 |
| ۱۵ | تاریخ ولادت کا اختلاف | 47 |
| ۱۶ | معجزات ولادت | 49 |
| ۱۷ | بچپن کی عادت کریمہ | 56 |
| ۱۸ | رضاعت کے دوران کے معجزات و واقعات | 58 |
| ۱۹ | بھلی ساعت میں آئی دولت ایمان ہاتھ میں | 65 |
| ۲۰ | بکریوں کے قصے اور معجزات | 75 |
| ۲۱ | مختلف معجزات و واقعات | 77 |
| ۲۲ | بادلوں کا سا بنان | 79 |
| ۲۳ | ستر پوشی کے لئے نبی فرشتے | 80 |
| ۲۴ | بحیرا راہب کی شہادت | 83 |
| ۲۵ | بچپن میں ڈاکوؤں سے مکالمہ | 86 |
| ۲۶ | تعارف بابا رتن رضی اللہ عنہ | 89 |
| ۲۷ | ظہر و معجزہ شق القمر | 91 |
| ۲۸ | بچوں سے خوش طبعی | 94 |

﴿فہرست﴾

میلاد مصطفیٰ ﷺ

| صفحہ نمبر | مضمون | نمبر شمار |
|-----------|--|-----------|
| 99 | میلاد مصطفیٰ ﷺ | ۱ |
| 100 | مختصر تعارف..... حضرت جلالتہ العلم رشید پادشاہ رحمۃ اللہ علیہ | ۲ |
| 109 | حقیقت محمدی ﷺ | ۳ |
| 118 | روزنامہ ”سیاست“ کا وقیع تبصرہ..... | ۴ |
| 120 | انتساب | ۵ |
| | میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کو ترک کر دینے کی تمام مسلمانوں | ۶ |
| 123 | سے بن باز کی اپیل ”بدعت اور تشبہ کے اعتراضات | |
| 124 | بن باز کی اپیل کا جواب | ۷ |
| 133 | بن باز کے فتوے کا تقریری جواب | ۸ |
| 133 | لفظ عید کی تحقیق | ۹ |
| 134 | حصولِ نعت کے دنوں کی یاد منانے کا حکم | ۱۰ |
| 135 | ہر پیر کو جب روزہ رکھنا سنت ہے تو پھر یوم میلاد منانا بدعت کیسے؟ | ۱۱ |
| 137 | ہر فرض نماز کا ایک ایک نبی کی یادگار ہونا | ۱۲ |
| 139 | شب میلاد شب قدر سے افضل کیوں ہے؟ | ۱۳ |
| 140 | حضور ﷺ کے نور ہونے کی وضاحت | ۱۴ |
| 141 | میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانے پر مشرک و کافر پر نزولِ رحمت | ۱۵ |

| | | |
|----|---|-----|
| ۱۶ | مولد النبی ﷺ کی تعلیم پر خلفائے راشدین کا عملدرآمد | 143 |
| ۱۷ | مولد النبی ﷺ کی تعلیم و قرأت پر بزرگان دین کے ارشادات | 144 |
| ۱۸ | میلا و شریف کی کتاب لکھنے پر انعام | 150 |
| ۱۹ | میلا و النبی ﷺ کا شرعی حکم کیا ہے؟ | 151 |
| ۲۰ | یوم میلا و منانا بدعت ضلالہ ہرگز نہیں | 155 |
| ۲۱ | قرآن ایک قانون و دستور ہے اور امر کلی | 160 |
| ۲۲ | عجیب و غریب منطق | |
| ۲۳ | ”سنت و بدعت کے ثبوت کی تلاش حدیث کی بجائے قرآن میں“ | 162 |
| ۲۴ | حضور ﷺ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کا طلب کیا جانا | 163 |
| ۲۵ | رسول اللہ ﷺ نے اپنی شان خود بیان فرمائی | 166 |
| ۲۶ | عامر مبنی اور ان کی بیوی کا مشاہدہ | 169 |
| ۲۷ | حضرت سیدہ آمنہ علیہ السلام کا انتخاب | 175 |
| ۲۸ | ہر مہینہ میں ایک نبی کا خواب میں آکر خوشخبری دینا | 178 |
| ۲۹ | سفر نور مصطفیٰ ﷺ | 180 |
| ۳۰ | شب میلا و کے عجائبات اور انوار کا نزول | 181 |
| ۳۱ | حکم الہی سے زمین و آسمان میں خصوصی انتظامات | 183 |
| ۳۲ | کمال حسن و جمال، نور مجسم محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے چند اہم شہادتیں | 186 |
| ۳۳ | شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ کے قول فیصل پر خاتمہ کتاب | 188 |
| ۳۴ | ”بشارت الخیرات“ پر ایک بصیرت افروز تبصرہ | 201 |

پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اَمَّا بَعْدُ! عرف میں بچپن پیدائش سے سن شعور تک ہوتا ہے اس کے بعد لڑکپن تا بلوغ پھر جوانی وغیرہ لیکن یہاں ہم نے سرکارِ دو عالم ﷺ پر لڑکپن کا اطلاق اچھا نہیں سمجھا۔ دونوں کو ملا کر آپ ﷺ کے لئے بچپن استعمال کیا ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر مجبور محض اور بے خبر سمجھنے والوں کو معلوم ہو کہ حضور نبی پاک ﷺ پیدائش سے ہی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ محض تعلیم امت کے لئے یہ طریقے اختیار فرمائے کہ بچپن کیسا ہو اور لڑکپن کیسا اور جوانی کیسی۔ اسی لئے آپ کے ہر طور طریقہ کو ہم بشریت سے تعبیر کریں گے لیکن امتیازی شان بھی تسلیم کریں گے اور یقین کریں گے کہ نبی کریم ﷺ پیدائشی طور عالم ہیں اور آپ کی ہر ادا نرالی۔ فقیر نے یہ رسالہ ایک عرصہ پہلے جمع کر رکھا تھا۔ عزیزم حاجی محمد احمد صاحب اور حاجی محمد اسلم صاحب کی استدعا پر انہیں کے حوالہ کرتا ہوں مولیٰ عزوجل اسے فقیر کیلئے توشیحہ آخرت اور عزیزوں کے لئے موجب نجات اور قارئین کے لئے مشعل راہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

بجاء حبیبہ الکریم ﷺ مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

دُعائے خلیل علیہ السلام

ہزار سال پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعائیں مانگی تھیں اسی کا نتیجہ میں ہوں (فرمانِ رسول ﷺ)

حضرت عرباض بن ساریہ کی روایات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں اس وقت بھی خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی گارے میں تھے، تمہیں بتاؤں کہ میرا پہلا امر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت پھر میری ماں کا خواب جو انہوں نے مجھے جنم کے وقت دیکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیٹیوں سے دو بیٹے تھے، ایک بیوی حضرت سارہ، دوسری بیوی حضرت ہاجرہ۔ حضرت ہاجرہ کے فرزند کا نام شامل تھا۔ عربوں نے اس کا تلفظ تبدیل کر کے اس کو اسماعیل علیہ السلام بنا دیا۔ حضرت سارہ سے جو بیٹا ہے اس کا نام ہے اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں یعقوب۔ ان حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے دیئے تھے۔ ان بارہ بیٹوں کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور بنی اسرائیل میں چودہ ہزار پیغمبر آئے ہیں۔

حضرت اسماعیل کی اولاد میں صرف ایک نبی ہیں۔ اول و آخر جن کا نام محمد ﷺ ہے۔ اور قریش کے ایک گھرانے میں جو عبدالمطلب کا گھرانہ تھا آپ تشریف لائے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خاندان اور اس گھرانے میں پیدا کیا ہے کہ جس گھرانے سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا تک، جنمے آباء ہیں، جتنی مائیں ہیں، جتنے مرد ہیں سب نے نیک ازدواجی زندگی بسر کی ہے۔ اس میں کوئی آدمی، عورت، مرد و زن میں ملوث نہیں ہوا۔ اندازہ لگائیے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش تک لاکھوں مرد اور عورتیں ہیں۔ یہ خبر نبی پاک ﷺ نے دی۔

علم غیب

نبی پاک ﷺ کی علمی وسعت نہ بھولنا کہ کیسے وثوق سے لاکھوں انسانوں کے متعلق صفائی بیان فرمادی حالانکہ عام آدمی صرف اپنی ماں اور باپ کے متعلق کسی قسم کی صفائی نہیں دے سکتا۔

حضور سید عالم ﷺ کی پیدائش رُوءے زمین کے اس مرکزی مقام پر ہوئی ہے جو پوری دنیا کا مرکز ہے، اور وہ مکہ ہے، جبکہ از رُوءے خاندان ایسے خاندان میں ہوئی جو رُوءے زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے افضل خاندان ہے جو آگے چل کر خاندان قریش کہلایا۔

حضور نبی پاک ﷺ کو لاکھوں پیدائش سب کیلئے رحمت کا باعث بنی، اس لئے کائنات کا اس پر فخر و ناز بجا ہے۔

عالم انسانی اندھیروں میں ڈوب چکا تھا۔ کاروانِ زندگی اپنی راہ و منزل کو گم کر کے بھول بھلیوں میں سرگرداں تھا۔

حیات انسانی کا وجود شرک و بت پرستی سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ روح انسانی بلکہ روح کائنات ہی مضطرب و پریشان تھی۔ اسے اس نجات دہندہ ہستی کا انتظار تھا جس نے رحمت اللعالمین بن کر ظاہر ہونا تھا۔ وہ عظیم ہستی جس کی منتظر حیات و زمانہ تھی انسانیت کیلئے نہیں بلکہ تمام عوالم کے لئے رحمت تمام تھی۔ وہ ختم الرسل اور خاتم النبیین تھی اور اسے دنیا میں ایک عالمگیر و ہمہ گیر حسین و منور اور مثالی و لا ثانی انقلاب لانا تھا اور حسین و منور مثالی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کرنا تھی، جس سے تمام بنی نوع انسان کو بالخصوص ابد تک کیلئے مستفید ہونا تھا۔

آخر وہ ساعت سعید اور مبارک دن آ گیا جس کا زمانہ منتظر تھا۔ صحرائے عرب کی دوشیزہ، سرزمین بیت اللہ کے امین مکہ معظمہ کا مقدس شہر، حضرت عبدالمطلب کا گھر، واقعہ فیل کا پہلا سال، ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ اور دوشنبہ (پیر) کی صبح سعادت تھی کہ صاحب جمال و جلال، نبی رحمت، پیغمبر اعظم، خاتم النبیین ﷺ کا ظہور ہوا۔

اس وقت ایران میں نوشیروان عادل حکومت کرتا تھا، اور یمن میں حاتم طائی کی سخاوت کا شہرہ تھا۔ آپ ﷺ واقعہ فیل سے چالیس دن بعد پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی ولادت مکہ مکرمہ میں مقام سوق اللیل کے اس مکان میں ہوئی تھی جو حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف سقہی کا مکان کہلاتا ہے۔ آپ کی ولادت والا حجرہ اُس گھر کا ایک حجرہ بنا دیا گیا جسے ایک مدت کے بعد خلیفہ ہارون رشید کی والدہ خیزران نے مکان سے علیحدہ کر کے مسجد میں تبدیل کر دیا جس میں نماز پڑھی جانے لگی۔

عالم انسانی پر قیامت نما طویل و سیاہ رات چھائی ہوئی تھی اور وہ جرم و گناہ کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ رشد و ہدایت کا آفتاب درخشاں طلوع ہوا، اور انسان پر دنیاوی و اخروی کامیابیوں کی راہ و منزل وا ہو گئی، اس طرح کاروان انسانیت نبی رحمت، پیغمبر اعظم و آخری نبی ﷺ کی قیادت و متابعت میں ترقی و کامیابی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ اس اعتبار سے یہ انسانیت کے مقدر کی رات اور ان گنت راتوں میں افضل و اعلیٰ رات تھی۔

ختنہ

حضور سید عالم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی ولادت مبارک کی نوید جان فرمائی تو انتہائی خوش ہوئے۔ آپ ﷺ کو دعا کیلئے خانہ کعبہ میں لے گئے۔

عقیقہ

ساتویں دن عقیقہ کیا۔ سبت ابراہیمی کے مطابق سردار عبدالمطلب نے مکہ مکرمہ کے ہر گھر سے ایک ایک نفر کو عقیقہ کی دعوت کیلئے مدعو کیا، ایک ہزار نفر شریک ہوئے۔

دودھ پلانے والیاں

حضرت سیدہ آمنہ کے بعد ثویبہ نے کچھ روز دودھ پلایا۔ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کی خوش خبری ثویبہ نے ابولہب کو سب سے پہلے سنائی تھی، اس خوش میں ابو

لہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ آزادی ملنے کے بعد ثویبہ نے دودھ پلایا۔ ثویبہ کے بعد سیدہ حلیمہ سعدیہ نے دو برس دودھ پلایا۔

دو برس کے بعد بھی کچھ عرصہ بعد حضور اکرم ﷺ کو اپنے پاس رکھا۔ آپ ﷺ حضرت حلیمہ کے پاس رہے۔ دو تین برس کے بعد بی بی حلیمہ سعدیہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس مکہ پہنچا دیا۔ اسی دوران بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو دو سال حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کفالت میں رہے۔ ان کے وصال کے بعد ابوطالب نے کفالت سنبھالی۔ بچپن کا کچھ حصہ، پھر جوانی اور اعلان نبوت ابوطالب کے دور میں ہوا۔ کافی عرصہ ابوطالب کو کفالت کا موقع ملا۔ ان مختصر حالات کی تفصیل حاضر ہے۔

دور رضاعت

ولادت باسعادت کے بعد صرف تین چار روز نبی پاک ﷺ کو والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا اس کے بعد ثویبہ رضی اللہ عنہا نے۔

ثویبہ کا تعارف

ثویبہ (ہم ثاء و فتح و او سکون یاء) ابولہب کی کنیز تھیں۔ مروی ہے کہ جس شب نبی پاک ﷺ کی ولادت ہوئی تو ثویبہ نے ابولہب کو نوید سنانی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے برسم عرب ثویبہ کو مبارکبادی سنانے پر آزاد کر دیا اور حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کو دودھ پلائے اور اظہار مسرت کیا۔

برکات میلاد شریف

اسی حدیث سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے کہ ایک کافر نے شب میلاد کی طور خوشی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی طرف سے اس کے بدلہ میں اسے سوموار کی رات عذاب سے تخفیف کر دی حالانکہ اس کی مذمت میں آیت قرآن نص ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”دریں جاسند است اہل مولید الخ“ یعنی اسی حدیث میں میلاد کرنے والوں کے لئے سند ہے کہ ولادت کی خوشی کا اظہار کریں اور خوب مال خرچ کریں (مدارج النبوة جلد ۲ ص ۲۶) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت کا سلسلہ طویل ہے وہ بعد کو عرض کروں گا۔ حضرت ام ایمن نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے بعد حضور ﷺ کی پرورش کے فرائض انجام دیئے۔

تعارف ام ایمن رضی اللہ عنہا

آپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (حضور نبی کریم ﷺ کے والد گرامی) کی باندی تھیں۔ حضور رسول اکرم ﷺ کو والد کی میراث سے ملی تھیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی حضور ﷺ کو بھوک اور پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا، اگر ایسا ہوتا کہ دوپہر کو کھانے کا کہا جاتا تو آپ فرماتے کہ مجھے کھانے کی رغبت نہیں۔ یہ وہی ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا پیشاب مبارک نوش فرمایا۔ یہی ام ایمن رضی اللہ عنہا حضرت آمنہ کے وصال کے وقت ابواء میں ساتھ تھیں۔

اسلام مرضعات

جنتی بیبیوں نے حضور سید عالم ﷺ کو دودھ پلایا تمام اسلام سے مشرف ہوئیں۔
(۱) ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے، بعض محدثین انہیں صحابیات میں شمار کرتے ہیں۔ سیر کی کتابوں میں ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ نے بحکم رضاعت ان کا اعزاز و اکرام فرمایا، اور مدینہ مطہرہ سے ان کے لئے کپڑے اور انعام بھجواتے۔ ان کی وفات غزوہ خیبر کے بعد ۸ھ میں ہوئی ہے اور حضور رسول اکرم ﷺ جب فتح مکہ کے وقت مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ان کے رشتہ داروں کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا کوئی عزیز و قریب ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے۔

فائدہ: انہیں ثویبہ نے سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے، اس بنا پر حضور رسول اکرم ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان رضاعی بھائی کی نسبت بھی ثابت ہے۔ (مدارج النبوة)

(۲) منقول ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے سات دن سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثویبہ کا دودھ پیا، اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ ان کا اپنا نام و نسبت ہی حلم و وقار اور سعادت کے ساتھ متصف تھا اور وہ اُس قبیلہ بنی سعد بن بکر سے ہیں جن کی شیریں زبانی، اعتماد الِ آب و ہوا اور فصاحت و بلاغت مشہور و معروف ہے۔ مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے کہ میں قریشی ہوں۔“

سیدہ حلیمہ سعدیہ

ان کے اسلام میں بھی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ انکا اسم مبارک حلیمہ بھی اسلام کی محبوب خصلتوں پر دال ہے۔ چنانچہ حضور نبی پاک ﷺ نے شیخ عبدالقیس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

”ان فیک الخصلتین یجہا اللہ ورسولہ الحلم والاناة“ ط

ترجمہ: تجھ میں دو خصلتیں ہیں، خدا اور رسول کو پیاری ہیں حلم اور بردباری۔ ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت و نیک طالعی ہے۔ شرف اسلام و صحابیت سے مشرف ہوئیں۔

”کما بینہ الامام مغلطنی فی جزء حافل سماہ التحفة الجسیمہ فی

اثبات اسلام حلیمہ“

جب روز خنین حاضر بارگاہ ہوئی ہیں تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے لئے قیام

فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا (الاستیعاب ج ۴ ص ۲۷۰)

طفیل مصطفیٰ ﷺ

نہ صرف مرضعات (دودھ پلانے والیاں) بلکہ حضور نبی پاک ﷺ کے صدقے ان کے شوہر اور بعض اعزہ و اقارب کو بھی دولتِ ایمان و اسلام نصیب ہوئی۔ بعض کا ذکر حاضر ہے۔

(۱) سیدتنا حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت حارث سعدی بھی شرف اسلام و صحبت مبارک سے مشرف ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ کی قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے۔ راہ میں اہل قریش نے کہا: اے حارث! تم اپنے بیٹے کی تو سنو، دو کہتے ہیں کہ مُردے

زندہ ہوں گے اور اللہ نے دو گھر جنت و نار بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حقیقت حال کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتاؤں گا کہ دیکھو یہ وہی دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا، یعنی روز قیامت۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے۔ ”اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمائیں“۔ رواہ یوسف بن بکیر۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ”أَصَدَّقُهَا حَارِثٌ وَ هَمَامٌ“ سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث و ہمام ہیں۔

(رواہ البخاری فی الادب المفرد و ابوداؤد و النسائی عن ابی لہیع رضی اللہ عنہ)

(۲) حضور رسول اکرم ﷺ کے رضائی بھائی، جو پستان شریک تھے، جن کے لئے حضور سید العادلین ﷺ نمایاں پستان چھوڑ دیتے یعنی حضرت عبداللہ سعدی ابن حلیمہ سعدیہ، یہ بھی مشرف باسلام و صحبت ہوئے۔

(کما عند ابن سعد فی مرسل صحیح الاسناد)

(۳) حضور سید عالم ﷺ کی رضائی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سلاتیں، اسی لئے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں، شیما سعدیہ رضی اللہ عنہا یعنی نشان والی، علامت والی، جو دور سے چمکے، یہ بھی مشرف باسلام و صحابیت ہوئیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور پر نور ﷺ کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں تو تین نو جوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی تو جوش محبت

سے اپنی پستانیں دہن اقدس میں رکھیں۔ تینوں کے دودھ اتر آیا۔ تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنی زن شریفہ، ربیعہ کریمہ، سراپا عطر، آلود تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے ”ذکرہ ابن عبدالبرنی الاستیعاب“ بعض علماء نے حدیث ”أَنَا ابْنُ الْعَوَاقِلِ مِنْ بَنِي سَلِيم“ کو اسی معنی پر استدلال کیا (نَقْلَهُ السَّهْبَلِيُّ) یعنی وہ بھی دولت اسلام سے نوازی گئیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آئندہ اوراق ملاحظہ ہوں۔

مدت رضاعت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

حضور سرور عالم ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں ۲ سال رہے، اسی دوران آپ کی رضائی بہن حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی بی بی شیماء رضی اللہ عنہا آپ کی دیکھ بھال کرتی اور کھلاتی پلاتی تھیں۔ یہ وہی شیماء ہے جس نے غزوہ حنین کے بعد قیدی عورتوں میں کسی صحابی سے کہا کہ میں تمہارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رضائی بہن ہوں تو لوگ اسے نبی پاک ﷺ کے پاس لے آئے۔ حضرت شیماء نے کہا: اے محمد ﷺ میں آپ کی رضائی بہن ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کا کوئی ثبوت ہے۔ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو بعض واقعات یاد دلوائے۔ حضور نے اپنی چادر اسکے لئے بچھائی، اس پر اسے بٹھایا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو زخسار مبارک پر بہنے لگے۔ حضور رسول اکرم ﷺ نے حضرت حلیمہ اور ان کی قوم کا حال دریافت فرمایا؟ اس نے کہا ”وہ دنیا سے رخصت ہو گئی“ بعد ازاں آپ نے

شیماء سے فرمایا کہ اگر چاہو تو ہمارے پاس رہو اور معزز و مکرم رہو، اگر چاہو تو انعام و اکرام دیکر تمہیں گھر واپس کر دیا جائے۔ اس نے گھر جانے کو کہا تو آپ ﷺ نے اسے ایک باندی، تین غلام اور بریاں دیکر رخصت فرمایا۔ حضرت شیماء زیور ایمان سے آراستہ ہو کر اپنے گھر لوٹی۔ (مدارج جلد ۲، ص ۵۲۶)

چار سال

وہ دو سال رضاعت کے تھے، اس تکمیل کے بعد حضرت حلیمہ حضور سرور کونین ﷺ کو مکہ مکرمہ لے آئیں لیکن اس کا جی چاہتا تھا کہ کچھ عرصہ مزید حضور ﷺ اس کے پاس رونق افروز رہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ چونکہ مکہ مکرمہ میں وبا پھیلی ہوئی ہے اس لئے میں آپ کو اپنے قبیلہ میں لیجانا چاہتی ہوں، سیدہ آمنہ اس پر راضی ہو گئیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور ﷺ کو دوبارہ اپنے قبیلہ بنی سعد میں لے آئیں۔ اس مرتبہ دو یا تین سال مزید آپ ﷺ یہاں رہے۔ اس دوران شق صدر ہوا۔

واقعہ شق صدر

روایت ہے کہ آپ ﷺ دوسری بار قبیلہ ہوازن میں لائے گئے تو آپ ﷺ کو شق الصدر کا واقعہ پیش آیا۔ شق الصدر کے واقعے سے متعلق ابن ہشام سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

(حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) اللہ کی قسم! آپ ﷺ کو (دوبارہ) ساتھ لے کر

آئی تو چند ماہ بعد ایک واقعہ رونما ہوا۔ آپ ﷺ اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ بکریوں کے بچوں کے ریوڑ میں ہمارے گھر کے عقب میں تھے کہ آپ ﷺ کا بھائی ہانپتا کانپتا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا مرا جو قریشی بھائی ہے اسے دو شخصوں نے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں پکڑ لیا اور لٹا کر اس کا پیٹ چاک کر ڈالا اور اسے مار رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی میں اور آپ کے رضاعی والد آپ کی طرف دوڑے اور دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ سخت مکدر تھا۔ ہم نے آپ ﷺ کو گلے لگایا اور پوچھا ہمارے بیٹے! کیا ہوا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مرے پاس دو شخص آئے تھے وہ سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ انہوں نے مجھے لٹا کر مرا سینہ چاک کیا اور کوئی چیز نکالی جو میں نہیں جانتا کہ کیا تھی؟ پھر ہم آپ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیرے کو لوٹے۔ (ابن ہشام)

شق صدر کی روایات از ابن اسحاق

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں اپنے باپ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دعا اور عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی بشارت ہوں۔ جب میں اپنی ماں کے نطن سے آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس سے بلاد شام کے محل ان پر منکشف ہو گئے۔ بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں دودھ پی کر میں نے پرورش پائی۔ میں اپنے گھروں کے پیچھے اپنے بھائی کے ساتھ تھا اور ہم بکریوں کے بچے چرا رہے تھے کہ سفید کپڑوں میں ملبوس دو شخص برف سے بھرا سونے کا ایک طشت لے کر میرے پاس آئے انہوں نے مجھے پکڑا اور مرا بطن یا سینہ چاک کیا۔

میرا قلب نکالا اور اسے بھی چاک کیا، اس میں سے ایک کالے گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر انہوں نے میرا دل اور سینہ اس برف سے یہاں تک دھویا کہ اسے پاک و صاف کر دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ”انہیں ان کی امت کے دس شخصوں کے مقابل تولو“۔ جب مجھے ان کے مقابل تولنا تو میں وزن میں ان سے بڑھ گیا۔ پھر اس نے کہا ”ان کی امت کے ہزار افراد کے مقابل تولو“۔ اس نے مجھے اس کے مقابل وزن کیا تو میں پھر بڑھ گیا۔ تو یہ دیکھ کر اس نے کہا ”انہیں چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! اگر تم انہیں ان کی ساری امت سے تولو گے تو بھی ان کا وزن بھاری ہوگا“۔

فائدہ: بعض لوگوں کو شق صدر کے واقعہ پر اعتراض ہے یہ ان کی کم علمی کی دلیل ہے، پھر یہ صرف ایک بار نہیں کئی بار ہوا۔ اس میں ایک نہیں بیشمار حکمتیں و اسرار ہیں۔ فقیر نے ایک مستقل تصنیف ”رفقہ القدر فی شق الصدر“ میں اسرار و حکم اور معترضین کے اعتراضات کے جوابات مفصل و محقق بیان کئے ہیں۔

الحمد لله على ذلك

بی بی آمنہ کے ہاں واپسی

اس دوسری دفعہ واپسی کا سبب وہی شق صدر ہوا۔ چنانچہ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب شق صدر کا قضیہ پیش آیا تو میرے شوہر اور دوسرے لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ آپ کو کوئی گزند پہنچے بہتر یہی ہے کہ حضور ﷺ کو ان کی والدہ

ماجدہ اور ان کے جد امجد کے سپرد کر دینا چاہئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد ہم حضور ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے، جب ہم مکہ کے قُرب و جوار میں پہنچے تو میں حضور ﷺ کو ایک جگہ بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی، جب واپس آئی تو حضور کو اس جگہ موجود نہ پایا۔ بہت تلاش و جستجو کی مگر کوئی نام و نشان نہ پایا۔ ناامید ہو کر سر پر ہاتھ مار کر وا محمدہ والدہ کہہ کر پکارنے لگی۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی نیکیا میرے پاس آیا، اس نے مجھ سے کہا: اے سعدیہ! کیا بات ہے، کیوں نالہ و شیون کر رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے محمد بن عبدالمطلب کو اپنے پاس رکھا تھا۔ اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ اور دادا کے سپرد کرنے آئی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ بوڑھے نے کہا: رُو نہیں اور غم نہ کھاؤ میں تمہیں اس کی رہنمائی کرتا ہوں جہاں وہ ہوں گے۔ اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے کہ ہمیں ان تک پہنچا دے۔ میں نے کہا: میری جان تم پر قربان! بتاؤ وہ کون ہے؟ بوڑھے نے کہا: وہ بڑا بت ہے جس کا نام ہبل ہے وہ بڑا مرتبہ والا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہارا فرزند کہاں ہے۔ میں نے کہا: خرابی ہو تیری! کیا تو نہیں جانتا اور تو نے نہیں سنا کہ اس فرزند کی ولادت کی رات میں بتوں پر کیا گزری تھی۔ وہ سب ٹوٹ کر اوندھے گر پڑے تھے۔ بوڑھا زبردستی مجھے ہبل کے پاس لے گیا اور اس کا چکر لگوا دیا اور میرا مقصد اس نے بت کے سامنے بیان کیا تو ہبل سر کے بل گر پڑا اور دوسرے قلمی مہمت اوندھے ہو کر گر پڑے۔ ان کے غول سے یہ آواز آئی۔ اے بوڑھے! ہمارے سامنے سے دور ہو

اور اس فرزندِ جلیل کا ہمارے سامنے نام نہ لے کیونکہ اس ذاتِ مبارک کے ہاتھ سے ہماری ہلاکت، تمام بتوں کی تباہی اور تمام پجاریوں کی بربادی ہوگی۔ اس کا رب انہیں ہرگز ضائع نہ کرے گا اور وہ ہر حال میں اس کا محافظ ہے۔

نداوی ہاتھ غیب نے

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت عبدالمطلب کے پاس آئی۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا: کیا بات ہے، میں تمہیں فکر مند اور پریشان دیکھ رہا ہوں، اور ہمارا محمد ﷺ تمہارے ساتھ نہیں ہے؟ میں نے کہا: ”اے ابو الحارث! میں محمد ﷺ کو خوب اچھی طرح لا رہی تھی، جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی، واپسی پر وہ غائب ملے۔ ان کی جستجو و تلاش میں بہت زیادہ سرگرداں رہی مگر کوئی خبر نہ پاسکی۔“ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب کو ہ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو آواز دی کہ اے آلِ غالب میرے پاس آؤ۔ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو قریش نے کہا: اے سردار! آپ کو کیا معاملہ درپیش ہے؟ فرمایا: میرا فرزند محمد ﷺ گم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبدالمطلب اور تمام قریش سوار ہو کر حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے اور مکہ کی اعلیٰ و اسفل، ہر جگہ میں تلاش کیا مگر حضور ﷺ نہ ملے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا اور بارگاہِ الہی میں مناجات کی۔ یہاں آپ نے ہاتھ غیبی کی آواز سنی کہ اے لوگو! غم نہ کھاؤ کیونکہ محمد ﷺ کا خدا محافظ ہے، وہ آپ کو اپنی

حفاظت سے کبھی دور نہ فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا: اے ہاتھ غیبی! مجھے بتاؤ کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ اس نے کہا: تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ حضرت عبدالمطلب وادی تہامہ کے جانب چل دیئے۔ راہ میں ورقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا ”من انت یا غلام؟“ اے فرزند تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: میں محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا: میری جان تم پر قربان ہو، میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں، اس کے بعد انہوں نے حضور کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوش خوش مکہ مکرمہ لے آئے۔ اور بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دئے۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہ کو قسم قسم کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا، وہ اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس گمشدگی میں کیا بحید تھا۔ بعض مفسرین آیہ کریمہ ”ووجدك ضالاً فهدی“ کی یہی تفسیر کرتے ہیں (مدارج النبوة)

بچپن میں مدینہ کا سفر

آپ ﷺ چھ برس کے تھے جب صحرا سے واپس آئے ہی تھے۔ ماں نے ابھی جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا اور مکمل پیار بھی نہیں کیا تھا۔ پیارے بیٹے کو دیکھا تو اس کے

باپ کی یاد آئی۔ خیال آیا کہ وہ ہوتے تو اپنے لخت جگر کو دیکھتے تو کتنے خوش ہوتے، یقیناً ان کی روح بچے کو دیکھنے کیلئے بے قرار ہوگی۔ ان خیالات پر بچے کو باپ کی قبر پر لے جانے کا فیصلہ کیا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ جب حضور نبی پاک ﷺ چھ یا سات سال کے ہوئے تو سیدہ آمنہ حضور نبی پاک ﷺ کو لیکر آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کیلئے گئیں، ان کے ساتھ بی بی ام ایمن تھیں۔ قبیلہ بنی نجار کے ہاں مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔ شادی کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ابھی تین ماہ ہوئے تھے کہ وہ تجارت کے لئے شام کے ملک میں گئے ہوئے تھے، وہاں سے واپسی پر مدینہ پاک میں کچھوروں کے کاروبار کی عرض سے ٹھہرے، بیمار ہوئے اور یہیں پر رحلت فرمائی۔ نابغہ کے مکان میں دفن کیا گیا۔

بچپن میں مدنی تاجدار ﷺ کا قیام مدینہ میں

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں ایک مہینہ گزار کر مکہ کو واپس ہونے لگیں تو دوران سفر مقام ابواء میں انتقال فرمایا اور اسی جگہ دفن کی گئیں۔ ابواء مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ کی قبر انور مکہ مکرمہ کے مقام حجون میں جانب معلیٰ یعنی بلندی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابواء میں مدفون ہونے کے بعد انہیں مکہ مکرمہ منتقل کیا گیا ہو۔ (مدارج النبوة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان باتوں کو یاد

کرتے تھے جو آپ نے والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے قیام کے دوران مدینہ میں دیکھی تھیں، اور جب اس مکان کو ملاحظہ فرماتے جس میں سیدہ آمنہ نے اقامت فرمائی تھی تو فرماتے کہ اس مکان میں میری والدہ ماجدہ نے قیام کیا تھا۔ اور آنے جانے والے یہودی میری طرف دیکھ کر کہا کرتے کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر مدینہ ان کا مقام ہجرت ہے، مجھے یہ سب باتیں یاد ہیں۔ ابو نعیم، زہری کی سند سے، اسماء بنت جبریم سے روایت کرتے ہیں کہ اسماء بیان کرتی ہیں، میں اس وقت حضرت آمنہ کے پاس موجود تھی جس وقت انہوں نے وفات پائی، اس وقت حضور ﷺ پانچ سال کے بچے تھے اور اپنی والدہ کے سر ہانے بیٹھے ہوئے تھے۔

اس مختصر عرصہ اور کسی ہی میں آپ ﷺ نے تیرا کی سیکھ لی۔ مدینہ کے اس قیام و سفر کے اثرات آپ ﷺ کے قلب مبارک پر اس طرح مہر تسلیم ہوئے کہ زمانہ اس کو محو نہ کر سکا۔ چنانچہ آپ ﷺ کبھی کبھی اس واقعہ کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے۔

مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب ہم (بچے) بنی النجار کی گڑھی کے سامنے کھیلا کرتے تھے۔ گڑھی پر کوئی چیز یا آکر بیٹھی تو اسے اڑانا ہمارا محبوب مشغلہ تھا۔ بھولیوں میں ہمارے ساتھ ایک لڑکی بھی کھیلا کرتی تھی جس کا نام امیہ تھا۔ بعد میں آپ ﷺ جب بھی ابواء سے گزرتے تو والدہ ماجدہ کی قبر پر جلوہ گر ہوتے اور آپ ﷺ پر رقت طاری ہو جاتی۔

فائدہ: بعض نے کہا ہے کہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ

حضرت ام ایمن کے ساتھ مدینہ پاک آپ کے دادا کے ننھیال خاندان بنو نجار کو ملنے گئیں تاکہ آپ ﷺ کی ملاقات ان سے کرائیں کیوں کہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمر خاندان نجار میں سے تھیں، لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ رشتہ بہت دور کا تھا پھر اتنے دور کے رشتے داروں کی ملاقات کے لئے اتنا بڑا سفر کرنا کیسا؟ بعض مؤرخین کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے شوہر حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئیں تھیں۔ حضرت اسماء بن ابی رہم فرماتی ہیں کہ میری والدہ حضرت آمنہ کی وفات کے وقت ان کے پاس حاضر تھیں، اس وقت حضرت محمد ﷺ کی عمر پانچ یا چھ سال تھی، آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سر ہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نے آپ کی طرف دیکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ مِنْ غُلَامٍ
يَا بَنُ الْاُذَى مِنْ حَوْمَةِ الْحَمَامِ
نَجَابَتُكَ الْمَلِكِ الْعَلَامِ
هُوَ دَى غَدَاةِ الضَّرْبِ بِالسَّهَامِ
بِمَانَةٍ مِنْ اِبْلِ سَوَامِ
اِنْ صَبَحَ مَا ابْصُرْتُ فِي الْمَنَامِ
فَاَنْتَ مُبْعُوْتُ اِلَى الْاَنَامِ
مِنْ عِنْدِي ذِي الْحَلَالِ وَالْاَكْرَامِ

تُبْعْتُ فِي الْحَلِ وَفِي الْحَرَامِ
تُبْعْتُ فِي التَّحْقِيقِ وَالْاِسْلَامِ
دِئِنْ اَبْنِكَ الْبَرَّ اِبْرَاهِمَ
فَاِنَّهُ اَنْهَكَ عَنِ الْاَضْمَامِ
اَنَّ الْاَتُوَ اِلَيْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

(شرح زرقانی علی المواعظ ج 1، ص 124، الخصائص الکبریٰ ج 1 ص 135)

ترجمہ:- اے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو اس کا بیٹا ہے جس نے موت کی سختی سے ملک العلام کی مدد سے نجات پائی تھی۔ جب کہ صبح کے وقت عبدالمطلب نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے اس کے بھائیوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور تمہارے باپ کا نام نکالا تھا تو خدا کیا گیا تھا ان کے عوض ایک سو قیمتی اونٹوں کو۔ بیٹا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اگر وہ صحیح تھا تو پھر تو جن دنس کی طرح مبعوث ہوا ہے اللہ تعالیٰ صاحب جلال اور صاحب اکرام کی طرف سے، اور تو مبعوث ہوا ہے سرزمین حرام (مکہ مکرمہ) اور حلال (کل روئے زمین) کی طرف، اور تو مبعوث ہوا ہے حق و باطل کو ظاہر کرنے اور دین اسلام کو پھیلانے کے لئے، وہ دین جو تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، وہ ابراہیم جو محسن اور مطہر تھے، اور اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بتوں کی عبادت اور نصرت سے منع فرمایا ہے، اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم اور ان کے لئے ذبح وغیرہ کرے۔ پھر فرمایا۔

”كُلْ حَتَّى مَيِّتَ وَكُلْ جَدِيدَ بَالٍ وَكُلْ كَبِيرَ بَقْنَى وَأَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِي
بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَلَذْتُ طَهْرًا لَمْ مَاتَ فَاغْنَا نَسْمَعُ نوح الجن
عليها فحفظنا من نالك“ (المواهب اللدنيہ ج 1 صفحہ 129)

ترجمہ:- ہر زندہ مرے گا اور ہر نبی چیز پرانی ہوگی اور ہر بڑے سے بڑا بھی فنا
ہوگا، میں مر جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا کیوں کہ میں نے خیر عظیم (رسول اللہ
ﷺ) کو چھوڑا ہے، اور میں نے طیب ظاہر کو چھوڑا ہے۔ پھر حضرت آمنہ نے وفات
پائی تو ہم نے جنوں کا رونا، نوحہ کرنا سنا اور جو کچھ کہتے تھے ان کو یاد رکھا۔
(مواہب ص ۳۳ جلد ۱، مسالک الخلاء ص ۳۲، مدارج النبوت، ابوالفیم خاص ص ۱۶۵ جلد ۱)

مرثیہ جنات

حضرت بی بی آمنہ کے وصال پر جنات نے جو اشعار پڑھے وہ یہ ہیں۔

نبکی الفتاة البرة الامينة

ذات الجمال والعفة الرزينة

زوجة عبد الله والقريفة

ام نبي الله ذى السكينة

وصاحب المنبر بالمدينة

صارت لدى حفرتها رهيئة

ترجمہ:- ہم اس جوان عورت پر روتے ہیں جو محمد، مطہر، امینہ اور صاحب جمال و

عفت اور صاحب وقار و عظمت تھی۔ وہ حضرت عبداللہ کی زوجہ و ہم نشین تھیں اور اللہ کے
نبی حضرت محمد ﷺ کی والدہ اور صاحب صبر و ثبات و طہانیت تھیں، اور اللہ کے اس نبی کی
والدہ تھیں جو مدینہ میں صاحب منبر ہوگا اور وہ اپنی قبر میں ہمیشہ کے لئے چلی گئیں۔

دلیل ایمان آمنہ

بے شمار مشاہدات دلیل ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مومنہ تھیں۔ علاوہ ازیں نبی
پاک ﷺ کی زندگی اقدس میں یہ واقعات مسلسل مشاہدہ میں آئے کہ جس شے کو
آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا وہ شے جو آپ سے مس کر گئی تو اسے دنیا کی آگ نہیں جلا
سکتی، بلکہ آپ کی معمولی سی نسبت کو بھی آگ نے مس نہ کیا مثلاً نار حجاز پہاڑوں،
پتھروں، درختوں وغیرہ کو کھاتی چلی آئی لیکن جو نبی حرم نبوی تک پہنچی تو رک گئی۔ حرم
نبوی کا اتنا ادب کہ ایک لکڑی پڑی تھی جس کا ایک حصہ حرم کے اندر، ایک حصہ باہر،
آگ نے باہر والا جلا دیا اور اندر والا حصہ سالم رہا۔ تفصیل فقیر کی کتاب ”محبوب
مدینہ“ میں دیکھئے۔

گزارش اویسی غفرلہ

توحید کے مدعی ہوش کر اور سوچ کہ جس ذات اقدس ﷺ کی معمولی نسبت کا
یہ حال ہے تو وہ ماں سیدنا آمنہ جس کے حکم اظہر میں اس ذات نے ایک عرصہ قیام
فرمایا اور کئی ماہ دودھ پیا، اور گود اور چھاتی بلکہ تمام جسم کو مشرف فرمایا اس خوش قسمت
کو تو دوزخ کا ایندھن بناتا ہے، تیرے اس عقیدے پر حیف ہے۔

دلیل ایمان آمنہ مرثیہ بروفاتِ عبد اللہ ﷺ

ابھی حضور سرور عالم ﷺ شکمِ مادر میں تھے کہ آپ کے والد بغرض تجارت ملک شام کو گئے واپسی کے وقت کھجوریں خریدنے کے لئے مدینہ میں اترے، وہیں بیمار ہو گئے، ۲۵ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ آپ کو دارنا بنہ الجعدی (نا بنہ بنو عدی بنی نجار قبیلہ) میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات پر سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے۔

عفا جانب البطحا من آل ہاشم
وجا ور لحد اخار جا فی الغمام
دعته المنايا دعوة فاجابها
وما ترک فی الناس مثل ابن ہاشم
عشیة راحوا یحملون سریرہ
تعاورہ اصابہ فی التراحم
فان تک غالتہ المنايا وربها
فقد کان معطاء کثیرا التراحم

ترجمہ:- بطحا کی زمین آل ہاشم (حضرت عبد اللہ) سے خالی ہو گئی اور وہ کفن میں لیٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دور قبر میں چلے گئے ہیں۔

موت نے ان کو چاک نک پکارا، اور انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ افسوس موت نے ابن ہاشم (حضرت عبد اللہ) کی مثل لوگوں میں کوئی نہیں چھوڑا۔

ان کے دوست شام کے وقت ان کا جنازہ محبت اور پیار سے اٹھا کر چلے تو ازراہ محبت وہ باری باری کندھا دینے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

اگرچہ موت اور اس کے اسباب نے حضرت عبد اللہ کو چاک نک پکڑ لیا ہے (مگر ہم ان سے جدا ہو گئے) بلاشبہ وہ بہت زیادہ سخی اور بہت زیادہ مہربان و پیار کرنے والے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱، ص ۱۰۰)

فائدہ:- حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا اشعار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ کا یہ قول اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ موجودہ تھیں، چنانچہ انہوں نے دین حضرت ابراہیم اور اپنے فرزند کا اللہ کی طرف سے نبی بن کر مبعوث ہونا فرمایا ہے اور اس کے ساتھ آپ کو بتوں کی تعظیم، عبادت اور ان کی دوستی سے روکا ہے۔ یہی توحید ہے اور کوئی چیز توحید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی اُلُوہیت کا اعتراف و اقرار اور اس کے شریک کی نفی اور بتوں کی عبادت سے برأت وغیرہ کی جائے۔ عہد جاہلیت میں بعثت سے پہلے کفر سے بری ہونے اور صفتِ توحید کے ثبوت کیلئے اسی قدر کافی ہے۔ (زرقانی ص ۱۶۵ جلد ۱)

برہانِ عظیم

اُس زمان میں دین حق اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا، یہود و نصاریٰ نے تو رات و نچیل میں تغیر اور تبدل کر دیا تھا، علماء بہت کم تھے اور وہ بھی دور دراز کے ملکوں میں رہتے تھے، دین حق کی تبلیغ و اشاعت نہ ہونے کی وجہ سے جہالت عام تھی، اور

آپ کے والدین کریمین کی عمریں بھی چھوٹی تھیں، ان کو اتنا موقع ہی نہ ملا کہ وہ جستجو حق دین کی کریں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے معجزات ولادت و رضاعت نے ان کا یقین اتنا پختہ کر دیا تھا کہ رائی برابر بھی انہیں دین حق کا شک نہ رہا اور معجزات ولادت کی بعض روایات صحاح کی ہیں یا صحاح کے برابر کی ہیں اور ایسی صحیح کہ جن میں مخالفین ضعف وضع کا چکر چلانے سے عاجز ہیں۔

ایمان کی روشن دلیل

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے اشعار میں ان کی فراست ایمانی اور نورانی پیشین گوئی قابل غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں مگر میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا، عرب و عجم کی ہزار ہا شہزادیاں فوت ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا اور حضرت آمنہ کا نام اتنا روشن ہے کہ انکا ذکر زمین و آسمان میں گونج رہا ہے اور تا قیامت گونجتا رہے گا۔ مزید تفصیل دیکھئے فقیر کی تصانیف ”قبر آمنہ“ اور ”ابوین مصطفیٰ“ اور ”بغیۃ الخوال“ عربی وغیرہ میں۔

ایمان آمنہ رضی اللہ عنہا

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کا ذکر آخر میں اس لئے کیا ہے کہ ناظرین سوچیں کہ جس کریم ﷺ کے صدقے دور کے تعلق والے دولت ایمان سے نوازے گئے تو پھر والدہ حق سے منکر کیوں؟ حالانکہ ائمہ متاخرین و مشائخ دین اور علمائے محدثین و فقہاء کرام و مفتیان اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع علی ایمان ابوین ایسا مقبول

ہوا کہ جو بھی بعد کو اس کا منکر ہوا مارا گیا۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال سب کو معلوم ہے۔ کفر کے موقف کو اختیار کرنے کے بعد گونا گوں مصائب و آلام میں مبتلا ہو گئے۔ سیدی علامہ حموی رحمہ اللہ نے بھی اپنے رسالہ مبارکہ میں ان کے بعض مصائب کا ذکر کیا ہے جو کہ ملا علی قاری کو آخری عمر میں پہنچے۔ مثلاً فقر اور مسکنت یہاں تک کہ اکثر اپنی کتب بھی فروخت کر ڈالیں۔ اسی طرح مشہور درسی کتاب حاشیہ شرح عقائد میں موجود ہے کہ ملا علی قاری کے استاد محترم علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے خواب میں دیکھا کہ وہ چھت سے گرے ہیں اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ ان کو کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کی توہین کرنے کا تجھے یہ بدلہ ملا ہے۔ پس واقعہ ملا علی قاری کا تو پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ (نیراس ص ۵۲۶)

حکایت

علامہ سید شریف مصری رحمہ اللہ حاشیہ درر میں لکھتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب شب بھر مسئلہ ابوین شریفین کی روایات کی تطبیق میں غور و فکر و تدبر کرنے کیلئے بیدار رہے کہ کسی طرح روایات میں متعارضہ میں کوئی صورت تطبیق کی پیدا ہو۔ شب بیداری اور کثرت دماغ سوزی سے آپ پر غنودگی کی حالت طاری ہو گئی۔ مولوی صاحب مذکور عالم بیہوشی میں چراغ پر جھک پڑے۔ کچھ حصہ جسم کا جل گیا۔ بوقت صبح کوئی فوجی افسر حضرت کو دعوت ضیافت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی۔ جب وقت مقررہ کے لئے مولوی صاحب گھوڑے پر

سوار ہو کر داعی کے گھر کو جا رہے تھے تو ایک بھڑی فروش کے پاس سے گزر رہا۔ اس نے اٹھ کر مولوی صاحب کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور آہستگی سے یہ اشعار اس کے کان میں پڑھ کر سنائے۔

اَمْسَتْ اَنْ اَبَاءَ النَّبِيِّ وَاُمُّهُ
اَحْيَاهُمَا الْحَيُّ الْقَدِيرُ الْبَارِي
حَتَّى لَقَدْ شَهِدَ اِلَهَ بِرِمَالَةٍ
صَدَقَ لَكَ كَرَامَةُ الْمُخْتَارِ
وَبِهِ الْحَدِيثُ وَمَنْ يَقُولُ بِضَعْفِهِ
فَهُوَ الضَّعِيفُ عَنِ الْحَقِيقَةِ الْعَارِ

ترجمہ:- میں ایمان لایا ہوں کہ نبی پاک ﷺ کے ابوین کریمین کو اللہ جی قادر نے زندہ کیا۔ ان دونوں نے حضور سرور کو نبین ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ یہ حق سچ اور حضور رسول اکرم ﷺ کی شرافت و بزرگی کی دلیل ہے۔ اس بارہ میں حدیث مروی ہے۔ جو اسے ضعیف کہتا ہے وہ خود ضعیف الاعتقاد ہے اور ایمان سے عاری ہے۔

کفالت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی تربیت و کفالت حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ حضرت عبدالمطلب آپ کو اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ محبوب جانتے تھے اور کبھی آپ کے بغیر دسترخوان نہ بچھاتے۔ جلوت و

خلوت کے تمام اوقات میں حضرت عبدالمطلب کے پاس ان کی مسند پر تشریف فرما رہتے تھے، اور جب کوئی حضرت عبدالمطلب کا مخصوص ہمنشین مجلسی آداب و قواعد کی رعایت سے چاہتا کہ آپ کو منع کرے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے ”میرے فرزند کو چھوڑ دو کہ وہ اس مسند پر جلوہ فرما ہو کیونکہ وہ اپنے اندر خاص شرافت و بزرگی محسوس فرماتے ہیں، اور میں امید رکھتا ہوں کہ کوئی عرب ان کے سامنے یا ان کے مرتبہ و مقام اور بزرگی و شرافت تک نہ پہنچے گا۔“ اہل قیافہ حضرت عبدالمطلب سے کہتے کہ اس فرزند کی خوب نگہداشت اور محافظت کرو کیونکہ ہم نے آپ جیسے قدم مبارک کسی کے نہیں دیکھے۔ آپ کے قدم مبارک میں وہ اثرات و نشانات ہیں جو مقام ابراہیم میں ہیں۔ جس سال حضرت عبدالمطلب قریش کے سرداروں کے ساتھ سیف ذی یزن کی تہنیت کے لئے یمن کی جانب تشریف لے گئے تو اس نے حضرت عبدالمطلب کو بشارت دی کہ آپ کی نسل سے نبی آخر الزماں ظاہر ہوں گے۔ اس سفر سے لوٹنے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے دیکھا کہ قریش میں شدید بھوک تھی پڑا ہوا ہے، اور یہ قحط مسلسل کئی سال تک رہا، اس وقت حضرت عبدالمطلب نے غیبی اشارات کے بعد حضور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دعائے استقواء کی اور حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بارش کی دعا مانگی، پھر خوب زور کی بارش ہوئی جس سے کئی سالوں کی خشکی ناپید ہو گئی۔ وفات کے وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ایک سو دس سال تھی۔ ایک روایت میں ایک سو بیس سال اور ایک روایت میں ایک

سو چالیس ہے۔ مزید حالات اور حضرت عبدالمطلب کے ایمان کے بارے میں تفصیل سے دیکھئے فقیر کی ”شرح خصائص کبریٰ“۔

کفالت ابوطالب

حضرت عبدالمطلب کے بعد حضرت ابوطالب جو حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے حضور ﷺ کے عہد کفالت میں لائے گئے۔ اگرچہ زبیر بن عبدالمطلب بھی حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے لیکن حضرت عبداللہؑ ابوطالب کے درمیان محبت و ارتباط بہت زیادہ تھی۔ اور حضرت عبدالمطلب انہیں وصیت فرما گئے تھے کہ حضور ﷺ کی محافظت خوب اچھی طرح کرنا۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال کی تھی۔ نو، دس اور چھ سال بھی کہا گیا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کو اس بات کا اختیار دیا گیا تھا کہ آپ اپنے چچاؤں میں سے کس کی کفالت میں جانا پسند فرماتے ہیں تو حضور ﷺ نے ابوطالب کی کفالت پسند فرمائی تھی۔ ابوطالب حضور ﷺ کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے اور حضور ﷺ کا بستر مبارک اپنے داہنے پہلو میں بچھاتے۔ گھر کے اندر اور باہر حضور ﷺ کو اپنے ہمراہ رکھتے۔ ابوطالب نے حضور ﷺ کی مدح و ثنا میں بہت سے اشعار کہے ہیں ان میں سے ایک ہے۔

وشق لہ من اسمہ لیجعله

فذو العرش محمود وهذا محمد ﷺ

حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس شعر کی اس طرح تفسیر کی ہے

الم تر ان اللہ ارسل عبدہ

بآیاتہ واللہ اعلیٰ وامجد

وشق لہ من اسمہ لیجعله

فذو العرش محمود وهذا محمد ﷺ

روضۃ الاحباب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

وسیلہ رسول اکرم ﷺ

ابوطالب کے عہد کفالت میں بھی مکہ مکرمہ میں قحط پڑا تھا۔ چنانچہ ابن عساکر سے روایت کرتے ہیں کہ میں قحط کے زمانہ میں مکہ مکرمہ آیا تو لوگ مجتمع ہو کر استسقاء کے لئے ابوطالب کے پاس آئے۔ ان قریشیوں میں بچے بھی تھے۔ ان میں ایک فرزند آفتاب تاباں کی مانند تھا جس کے چہرہ انور پہ ابر کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ابوطالب نے اس فرزند جلیل کو پکڑ کر خانہ کعبہ کے ساتھ اس کی پشت ملا دی اور اس فرزند جلیل نے آسمان کی جانب انگشت مبارک سے اشارہ کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آسمان پر بدلی کا ایک ککڑا بھی نہ تھا اس کے بعد بادل ہر جانب سے گھر کر آ گئے اور اتنا بار سے کہ ندی نالے بھر گئے۔ اس وقت ابوطالب نے حضور ﷺ کی مدح میں یہ قصیدہ کہا۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه

ثمائل اليتمی عصمة للارامل

یہ شعر اس قصیدے میں ہے جسے انہوں نے حضور ﷺ کی مدح و ثنا میں کہا ہے،

محمد ابن اسحاق اس قصیدہ کو اسی ۸۰ سے زیادہ اشعار پر مشتمل بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قصیدے کو اس وقت لکھا جبکہ قریش حضور اکرم ﷺ کے خلاف مجتمع ہوئے تھے اور جو آپ پر اسلام لانے کا ارادہ کرتا وہ اس سے شکر کرتے تھے۔ انہوں نے اس قصیدے میں کفار کی مذمت کی ہے اور قریش کے انکار اور ان کی عداوت پر ملامت کی۔ انہوں نے حضور ﷺ کی اطاعت و یقین اور قول کی طرف ترغیب دی ہے۔ ابن القین کہتے ہیں کہ ان کا یہ قصیدہ اس کی دلیل ہے کہ ابوطالب، حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو بعثت سے پہلے ہی سے بحیرہ راہب وغیرہ جس کا نام جرجیس تھا کہ خبر دینے کی بنا پر خوب جانتے تھے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابوطالب نے اس قصیدے کو بعثت کے بعد لکھا ہے۔ ابوطالب کا حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی معرفت بہت سی حدیثوں میں آیا ہے، اسی بناء پر شیعہ ان کے اسلام پر استدلال کرتے ہیں۔ شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ میں نے علی بن حمزہ نصری کی وہ کتاب دیکھی ہے جس میں انہوں نے ابوطالب کے اشعار جمع کر کے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر ہی وہ اس جہان سے گئے۔ حق مذہب یہ ہے کہ ابوطالب کی وفات کفر پر ہوئی ہے کیونکہ کوئی چیز ان کی جانب سے اسلام پر ثابت نہیں ہے۔ محدثین نقل کرتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے وقت حضور اکرم ﷺ نے ان کے سرہانے تشریف فرما ہو کر دعوت اسلام دی مگر ان کی جانب سے قبولیت واقع نہ ہوئی۔ نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکا کر سنا کہ وہ کلمہ

شہادت پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ آپ کے چچا اسلام لے آئے، اس پر حضور ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا لیکن یہ روایت صحاح کی روایت کی بہ نسبت کمزور ہے۔

بحیرہ راہب کا منتظر تھا

بارہویں سال حضور ﷺ نے ملک شام کی جانب سفر فرمایا اور بصرہ پہنچے۔ اس سفر میں بحیرہ راہب نے حضور ﷺ میں نبی آخر الزمان کی ان علامات اور صفات کو دیکھ کر پہچانا جو توریت انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھی تھیں۔ بحیرہ راہب نصاریٰ کے احبار میں سے تھا اور زہد و ورع کی صفت میں ممتاز تھا۔ شہر بصرہ کے قریب ایک دیہات میں ایک صومعہ تھا جس میں وہ نبی آخر الزماں کے دیدار کے انتظار میں عرصہ دراز سے ٹھہرا ہوا تھا، اور عمر گزار رہا تھا۔ جب کوئی قریش کا قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ صومعہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور حضور اکرم ﷺ کو معلوم نشانیوں کی بنا پر تلاش کرتا۔ جب ان میں وہ حضور ﷺ کو نہ پاتا تو واپس صومعہ چلا جاتا۔

بادل سایہ کرتا

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ جب حضور ﷺ حضرت ابوطالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آ جاتا۔ بحیرہ اس صورت حال کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد بحیرہ نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی

دعوت دی اور قافلہ والوں کو بلایا تو ابو طالب حضور ﷺ کو قیام گاہ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بحیرانے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے۔ راہب نے کہا ”قافلے والو! کیا کوئی تم میں سے ایسا شخص رہ گیا ہے جو یہاں نہیں آیا ہے“۔ پھر انہوں نے حضور ﷺ کو بھی بلایا اور وہ بادل کا ٹکڑا بھی آپ کے ہمراہ آپ کے سر مبارک پر سایہ کئے ہوئے آیا۔ جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرانے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے ”اَلصَّلَوةَ وَالسَّلَامَ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ“ اس نے حضور ﷺ کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو اسی طرح پر پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرانے اسے بوسہ دیا اور آپ پر ایمان لایا۔ بحیرا ان میں سے ایک ہے جو حضور ﷺ پر آپ کے اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں جیسے حبیب نجار، اصحاب قریہ وغیرہ کے قصے میں ہے۔ ابو منندہ اور ابو نعیم اسے صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ اس سفر میں سات (۷) افراد روم سے حضور ﷺ کے قتل کے ارادہ سے نکلے تھے۔ بحیرانے دلائل واضحہ سے حضور ﷺ کی نبوت ان پر ثابت کر دی تھی اور کہا تھا کہ یہ فرزند وہی ہے جس کی تعریف و توصیف، توریت و انجیل اور زبور میں آئی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ خدا جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ منقول ہے کہ بحیرانے ابو طالب کو وصیت کی کہ یہود و نصاریٰ سے حضور ﷺ کی خوب حفاظت کریں کیوں کہ یہ فرزند نبی آخر الزماں ہوگا اور ان کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہوگا۔ انہیں شام لے کر نہ جاؤ کیوں کہ یہود ان کے دشمن ہیں۔ اس کے بعد ابو

طالب اپنا سامان تجارت فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ابو طالب نے حضور ﷺ کو کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس کر دیا اور خود شام کی جانب چلے گئے۔ یہ قصہ مشہور ہے، ترمذی نے اسے حسن کہہ کر صحیح قرار دیا ہے، بجز اس کے کہ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ ”حضور کو حضرت ابو بکر و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ مکہ مکرمہ بھیج دیا، یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ اس سفر میں حضرت ابو بکر دو سال چھوٹے تھے حالانکہ حضور ﷺ ہمارہ سال کے تھے اور شیخ ابن حجر اصحابہ میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس میں کوئی منکر نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں، جیسا کہ صاحب مواہب لدنیہ نے روایت کی ہے جسے ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ سفر شام میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی صحبت پائی ہے۔ اس وقت حضرت ابو بکر اٹھارہ سال کے تھے اور حضور ﷺ بیس ۲۰ سال کے، یہاں تک کہ آپ نے اس منزل میں اقامت فرمائی جہاں پیری کے درخت تھے اور حضور ﷺ کو درخت کے سایہ میں بٹھا کر حضرت ابو بکر ایک راہب کے پاس گئے جس کا نام بحیرا تھا، اور اس سے کچھ دریافت کیا۔ اس کے بعد راہب نے ان سے پوچھا ”وہ کون شخص ہے جو درخت کے سایہ میں جلوہ افروز ہے؟“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”وہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں“۔ راہب نے کہا ”خدا کی قسم یہ شخص نبی ہے اس لئے کہ ہماری خبروں میں ہے کہ اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہ بیٹھے گا بجز

محمد مصطفیٰ ﷺ کے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سن شعور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے بچپن کے حالات تاریخوں میں بہت کم پائے جاتے ہیں اور مدوین سیرت نبوی ﷺ نے اس طرف خاطر خواہ توجہ بھی نہیں دی۔ پھر بھی ہم مختصر حالات یہاں پیش کرتے ہیں۔

تعمیر کعبہ

ایک مرتبہ آپ قریش کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان بچوں نے ننگے ہو کر اپنے تہبندوں میں پتھر اٹھانا شروع کر دیے۔ آپ سے بھی ان سب نے یہی چاہا مگر آپ نے ان کی بات نہ مانی اس لئے کہ کوئی آپ کو برہنہ نہ دیکھے۔ آپ نے تہبند کے بجائے کاندھوں پر پتھر اٹھائے۔

گانے باجے سے حفاظت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو کہتے سنا کہ میں نے جاہلیت کی باتوں کی طرف کبھی توجہ نہیں دی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا۔ مگر دو مرتبہ ایسا ہوا کہ میں ان چیزوں کی طرف متوجہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا۔ اور وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ میں اور قریش کا ایک نوجوان ساتھ ساتھ بھیڑیں چرا رہے تھے، میں نے اس سے کہا کہ تم ذرا میری بھیڑیں دیکھتے رہو اور میں قصہ گو یاں مکہ سے کوئی کہانی اور داستان سن لوں جیسا کہ اور نوجوان بھی سنتے ہیں۔ اس نے کہا ”تم جاؤ اور میں تمہاری بھیڑوں کی رکھوالی

کرونگا۔ جب میں مکہ واپس آیا، ایک گھر کے قریب پہنچا تو میں نے گانے اور دف بجانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے فلاں عورت سے شادی کی ہے اور یہ سارا اہتمام اسی کا نتیجہ ہے۔ پھر میں اس کی آواز کی طرف ملتفت ہوا ہی تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ شروع ہوا۔ پھر میں اس وقت جاگا جب آفتاب کی کرنیں مجھے جگانے آئیں۔ میں اپنے ساتھی کے پاس گیا۔ اس نے کہا سناؤ رات کیسے گزری؟ میں نے اس کو سارا قصہ سنایا دوسری رات پھر اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اس پر لہو لعب کے دروازے اس طرح بند کر دیتا ہے اور فساد و نقص کی راہوں کو اس انداز سے اس پر دشوار و ناقابل عبور بنا دیتا ہے کہ اس کو احساس ہی ہونے نہ پائے کہ کوئی طاقت مجھے اس سے جبراً روک رہی ہے۔ اسی لئے ذات باری تعالیٰ نے آپ پر نیند طاری کر دی تاکہ آپ جاہلوں کی رسوم و عادات کا مشاہدہ تک نہ کر سکیں اور آپ ہر عیب و شک سے پاک رہیں۔

عید یوانہ

ام ایمن سے روایت ہے کہ عرب کے لوگ دور جاہلیت میں ”عید یوانہ“ منایا کرتے تھے۔ درحقیقت یوانہ ایک بت تھا اصنام مکہ میں سے اور وہ اس بت کی عبادت کرتے تھے۔ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اس کے سامنے قربانی کرتے اور اسی کے سامنے قسم کھاتے اور سال میں ایک مرتبہ سارا دن اسی کے پاس بیٹھے

رہتے۔ جناب ابوطالب بھی اپنی قوم کے ساتھ اس عید میں شرکت کیا کرتے تھے۔ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے بھی کہا کہ قوم کے ساتھ تم بھی اس عید میں شرکت کرو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا، جس پر ابوطالب اور رسول کریم ﷺ کی پھوپھیاں بہت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں کہ تم جو ہمارے خداؤں سے اتنا دور بھاگتے ہو ہمیں خوف ہے کہ تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔ اور محمد (ﷺ) کیا بات ہے کہ تم اپنی قوم کے ساتھ کسی تہوار میں شریک نہیں ہوتے اور نہ ان کی رونق و جمعیت میں اضافہ کرتے ہو۔ ان باتوں سے آخر تمہارا مطلب کیا ہے؟ پھر لوگوں کا اصرار جاری رہا۔ آخر آپ ان لوگوں کے ساتھ گئے اور واپس آئے اس حال میں کہ انتہائی مرعوب و خوفزدہ تھے۔ پھوپھیوں نے پوچھا: ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ پر کسی جن کا سایہ پڑ گیا ہے۔ آپ کی پھوپھیوں نے کہا: نہیں نہیں، کبھی بھی کسی جن کو اللہ تم پر مسلط نہیں کرے گا، تم تو بڑے خوش اطوار ہو، اچھا یہ بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟

آپ نے فرمایا کہ جب میں اس بت کے قریب ہوا تو ایک بلند قامت سفید رنگ آدمی چیختا ہوا دکھائی دیا جو کہہ رہا تھا۔

محمد ﷺ پیچھے ہٹ جاؤ اس کو مت مٹھو نا۔ اس کے بعد پھر کبھی آپ کسی تہوار میں شریک نہیں ہوئے یہاں تک کہ نبوت سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے کبھی بتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت نہیں کھایا۔

آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے کبھی بتوں کی عبادت کی؟ آپ نے فرمایا۔

نہیں۔ پھر آپ سے پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! کبھی آپ نے شراب پی؟

آپ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ سے یہی سمجھتا تھا کہ شراب پینے والا کافر ہے، حالانکہ میں کتاب و ایمان سے واقف نہ تھا (یعنی یہ کہ کس طرح ان دونوں کی طرف دعوت دی جاسکتی ہے)

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے بچپن ہی سے شعر و شاعری اور اصنام سے نفرت تھی۔

بکریاں چرانا

آپ کم سنی ہی میں اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، چونکہ آپ بہت رحمدل تھے اس لئے ایسا کرتے تھے۔ آپ نے حرب العجار میں شرکت کی اور اس وقت آپ کی عمر ۱۴ سال کی تھی اور آپ اپنے چچاؤں کو تیراٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے۔ آپ نے حلف الفضول میں بھی شرکت فرمائی۔

اجمال کے بعد تفصیل

مذکورہ سطور حضور سرور عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کے اجمالی حالات تھے۔ اب ان کی قدر لے تفصیل لیکن وہ بھی بطریق اختصار ملاحظہ ہو۔

تاریخ ولادت

حضور سرور عالم ﷺ کی تاریخ ولادت کوئی اختلافی مسئلہ نہ تھا، اسی صدی ۱۵ ویں کے آغاز میں وہابیوں دیوبندیوں نے شوشہ چھوڑا ہے، اس کی وجہ وہی ان کی پرانی عادت کہ کسی مسئلہ سے اختلاف پرایزی چوٹی کا زور لگانے میں جب ناکام ہوتے ہیں تو عوام کے اذہان میں وساوس کے شوشے چھوڑتے ہیں۔ یہ تو عوام جانتے ہیں کہ تحریک وہابیت سے یہ فرقے دیوبندی غیر مقلد وغیرہ بنے بلکہ ان کے ایجنٹ بن کر میلاد شریف کو کنھیا کے جنم کے مشابہ بلکہ اس سے بڑھ کر کہا لکھا۔ جب کسی نے ان کی نہ سنی تو یہ شوشہ چھوڑا کہ تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول نہ تھی۔

ماہ ولادت

”نور اکرم ﷺ کی ولادت کس ماہ کس تاریخ اور کس دن میں ہوئی؟ جہاں تک ماہ و دن کا تعلق ہے اس میں سب کا اتفاق ہے کہ ماہ ربیع الاول شریف اور دن سوموار تھا۔“

حوالہ جات

- (۱) علامہ امام محمد بن عبدالباقی الماکی الزرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
”اور مشہور یہی ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے۔“
- (۲) محدث ابن جوزی نے بات پر اجماع و اتفاق نقل کیا ہے۔ (زرقانی جلد ۱ ص ۱۳۸)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”سُبُلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ الْإِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيهِ وَلَذَتْ وَفِيهِ أَنْزَلَ عَلَيَّ“ (مسلم کتاب الصیام، مشکوٰۃ کتاب الصوم، ص ۱۷۶)

حضور ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ”اسی دن ہماری ولادت ہوئی اور اسی دن ہم پر وہی نازل ہوئی۔“

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ”ولد رسول اللہ ﷺ يوم الاثنين“ (مسند احمد، زرقانی علی المواہب جلد ۱ ص ۱۳۴)

تاریخ ولادت کا اختلاف

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے۔ کتب تواریخ و سیر میں ربیع الاول کی دو، آٹھ، دس، بارہ وغیرہ کی روایات موجود ہیں۔ بعض جدید مورخین نے قواعد ریاضی سے حساب لگا کر ۹ نور ربیع الاول شریف کو قطعی قرار دیا ہے اور بعض نے قواعد ہیئت سے ثابت کیا ہے کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی۔ حالانکہ یکم اور نور ربیع الاول کی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری۔ مؤلف ناچیز کے نزدیک بارہ ربیع الاول کو ترجیح ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی المصری فرماتے ہیں۔

”اور مشہور یہی ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور محمد بن اسحاق و دیگر علماء نے یہی فرمایا ہے اور اسی پر اہل مکہ کا قدیم واحد بنا عمل ہے کہ وہ

آج تک اسی تاریخ کو آپ کے پیدا ہونے کی جگہ کی (خصوصیت سے) زیارت کرتے ہیں“ (زرقانی المواعظ ص ۱۳۲)

علامہ امام محمد بن عبدالباقی المالکی الزرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ جمہور کے نزدیک وہی ۱۲ ربیع الاول ہی مشہور ہے اور محدث ابن الجوزی، ابن البز از دونوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اسی پر عمل ہے۔

(زرقانی جلد ۱ ص ۱۳۲)

علامہ ابن اشیر، ابن ہشام صرف محمد بن اسحاق کی وہی روایت۔ اختیار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

(کامل ابن اشیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

عارف کامل حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور کی ولادت واقعہ اصحاب فیل کے بچپن (۵۵) روز بعد بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (شواہد النبوة ص ۲۲)

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اور حضور ﷺ کی ولادت اس سال میں ہوئی جس سال ابرہہ بادشاہ لشکر وہاں تھی لے کر کعبۃ اللہ شریف پر حملہ آور ہونے آیا تھا اور وہیں ہلاک ہو گیا تھا اور بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۳۳۹)

شیخ المحققین علامہ شاہ عید الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ جمہور اہل سیر و تواریخ اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت واقعہ اصحاب فیل کے چالیس ۴۰ یا بچپن ۵۵ روز بعد اسی سال ہوئی اور یہی قول تمام

اقوال سے صحیح ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی، اور بعض علماء اس قول پر اتفاق و اجماع بیان کرتے ہیں، اور بعض فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کی دو تاریخ کو اور بعض کچھ کہتے ہیں بعض کچھ، اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، تفصیل فقیر کے رسالہ ”بارہ ربیع الاول ولادت یا وفات“ میں پڑھے۔

معجزات ولادت

چند معجزات ملاحظہ ہوں۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ آپ اس دوران اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

(۱) آپ والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں دو ماہ کے تھے کہ آپ کے والد حضرت عبد اللہ کا انتقال ہو گیا، اور ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کی وفات پر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: باری تعالیٰ! تیرا محبوب یتیم ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا ”اس کا حافظ و ناصر میں خود ہوں“۔

(۲) سیرت ابن ہشام میں مروی ہے کہ دوران حمل بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصری اور شام کے محلات روشن ہو گئے (یہ بوقت ولادت نور دیکھنے سے پہلے کا واقعہ ہے)

(۳) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت مقدسہ کا وقت قریب آیا تو حسب معمول مجھ پر کیفیت طاری ہوئی۔ پھر مجھے اچانک یوں محسوس ہوا کہ سفید پرندے کے پر کی طرح کسی روشن چیز نے میرے دل پر مسح کیا ہو،

جس سے درد فوراً جاتا رہا۔ پھر میں نے خوبصورت طویل القامت عورتوں کو دیکھا، مجھے تعجب ہوا اور میں نے پوچھا کہ تم میرے پاس کہاں سے آئی ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم آسیہ (فرعون کی بیوی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں) اور مریم بنت عمران ہیں اور ہمارے ساتھ یہ جنتی حوریں ہیں۔ پھر میں نے زمین سے آسمان تک سفیدی روشنی دیکھی۔ پھر میں نے فضا میں ایسے مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں تھیں۔ پھر میں نے سفید جنتی چڑیوں کو دیکھا جن کی پونچھ زمر کی اور پر یا قوت کے تھے، وہ میرے کمرے پر سایہ لگن ہو گئیں۔ پھر اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے۔ اسی وقت میں نے تین عظیم الشان جھنڈے دیکھے جو نصب کر دئے گئے ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔ پس اسی مشاہدہ کی حالت میں اچانک حضور میرے بطن سے باہر تشریف لے آئے اور سارا گھر نور ہی نور بن گیا، اور آپ مسکرا رہے تھے، پھر آپ سجدے میں گر گئے، اس وقت آپ کی حالت تضرع اور گریہ و زاری کی ہو گئی، آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا رکھی تھی (گویا اللہ کی توحید کی شہادت دے رہے تھے) پھر اچانک آسمان کی طرف سے سفید بادل نمودار ہوا، اس نے حضور کو ڈھانپ لیا، اور ایک منادی کی ندا بلند ہوئی کہ ”حضرت محمد ﷺ کو مشارق و مغارب اور بحروبر میں پھراؤ تاکہ سب انس و جن، ملائکہ اور چرند پرند الغرض ہر شے ان کی صورت اور اوصاف کو پہچان لے۔“ پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل گھل گیا اور آپ دوبارہ نمودار

ہوئے۔ اس وقت میں نے آپ کی زیارت کی تو آپ کا جسم اقدس چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، اور اس سے تازہ کستوری کی خوشبو کے خُلقے بھوٹ رہے تھے۔ اس وقت (غیب سے) تین افراد نمودار ہوئے، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی، ایک کے ہاتھ میں زمر کا طشت اور ایک کے ہاتھ میں سفید ریشم کی چادر تھی۔ اس صراحی کے (جنتی) پانی سے آپ کو غسل دیا گیا، آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں مہر لگائی گئی، جو اسی ریشم میں لپیٹی ہوئی تھی اور پھر اسی چادر میں لپیٹ کر لٹا دیا گیا۔ آپ کو پیدائشی طور پر سرمہ ڈالا ہوا تھا، ناف پریدہ تھے، ختنہ شدہ تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (مواہب اللدینہ والخصائص الکبریٰ وغیرہما)

محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی۔ اس میں عطاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”جب نبی اکرم ﷺ میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب کچھ روشن ہو گیا۔ پھر آپ نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سرائٹا کر دیکھا“ اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ ”اس نور سے آپ کی والدہ ماجدہ نے شام کے محل دیکھے۔“

(رواہ الطبرانی والبیہقی وصحیحہ الحاکم)

(۵) ابو نعیم نے عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا اور وہ اپنی والدہ شفاء سے نقل کرتے ہیں کہ

”جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے۔ میں حضرت آمنہ کی خدمت میں اس وقت موجود تھی۔ آپ ﷺ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے۔ رحمک اللہ (اے محمد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفاء کہتی ہیں کہ مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہو گئی یہاں تک کہ میں نے بھی روم کے محلات دیکھے۔“

(۶) عثمان ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ سے، جن کا نام فاطمہ بنت عبد اللہ ہے، روایت کرتے ہیں۔

”جب آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ ﷺ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا، اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین کے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے (اس کو نبیہتی نے روایت کیا ہے)

(۷) نبیہتی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے ریکا ایک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود آ جاؤ۔ سو سب جمع ہو گئے۔ جس ساعت میں آپ ﷺ پیدا ہونے والے تھے وہ ساعت اسی شب میں تھی (المواہب)

(۸) سیرۃ ابن ہشام میں یہ بھی ہے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ثابت سے پوچھا کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (حضور سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے) انہوں نے یہ مقولہ یہودی کا

سات سال کی عمر میں سنا تھا۔

فائدہ:- یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے جبکہ حضور ﷺ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی، مگر یہود شہر یثرب (مدینہ) میں اس لئے آ کر آباد ہوئے تھے کہ ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ نبی آخر الزماں ہجرت فرما کر اسی شہر کو اپنا مسکن بنائیں گے۔ انہیں حضور ﷺ کی ولادت کا شدت سے انتظار تھا کیونکہ انہیں امید تھی کہ شاید حضور ﷺ کی ولادت بھی بنی اسرائیل میں سے ہوگی، سو انہیں وقت ولادت کی علامت معلوم تھیں جن کی بناء پر اس یہودی (عالم) نے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی صبح اہل مدینہ کو جمع کر کے شور مچایا۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک یہودی مکہ میں اپنے کسی کام سے آیا تھا۔ سو جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے۔ اس نے کہا، اے گروہ قریش! کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں۔ کہنے لگا دیکھو آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہونا تھا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشان مہر نبوت ہے، وہ آج رات پیدا ہو چکا ہے۔ چنانچہ قریش نے اس کے بعد تحقیق کی تو خبر ملی کہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا اور مہر نبوت والی نشانی جو دونوں شانوں کے درمیان تھی دکھانے کے لئے کہا۔

انہوں نے آپ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ جب اس یہودی نے وہ نشانی

دیکھی تو بے ہوش کر گر پڑا۔ اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش سن لو۔ واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق و مغرب سے اس کی خبر شائع ہوگی (رواہ الحاکم)

فائدہ:- اس کو یعقوب بن سفیان نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے اور اس کا بیان فتح الباری میں امام عسقلانی نے بھی کیا ہے۔

(۱۰) بیہقی، ابولعیم، خرائطی اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ کے وقت ولادت ظہور پذیر ہونے والے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آگیا اور اس کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے، بحیرہ ساوہ دفعتاً خشک ہو گیا اور فارس کا آتش کدہ بھی اچانک بجھ گیا جو ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہا تھا اور کبھی نہ بجھتا تھا۔ اور بعض روایات میں منقول ہے کہ حضرت عبدالمطلب جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ سارا صحن کعبہ اچانک روشن ہو گیا اور چند بت منہ کے بل نیچے گر پڑے (اس سے وہ سمجھ گئے کہ حضرت آمنہ کے ہاں حضور ﷺ کا تولد ہو گیا ہے)

(۱۱) مروی ہے کہ ابولہب کی باندی ثویبہ بھی ولادت باسعادت کے وقت حضرت آمنہ کے پاس حاضر تھی۔ اس نے آپ کو دودھ پلایا سو ثویبہ نے آپ کی ولادت اور اپنے شرف رضاعت کی خوشخبری ابولہب کو سنائی تو اس نے خوش ہو کر دو انگلیوں (انگشت شہادت اور درمیانی انگلی) سے اشارہ کرتے ہوئے ثویبہ کو آزاد

کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مرنے کے بعد اے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جہنم کے سخت عذاب میں گرفتار ہوں مگر جب پیر کی رات (جو حضور ﷺ کی شب ولادت تھی) آتی ہے تو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور ان دو انگلیوں کو چوستا ہوں جن کے ذریعے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اشارہ کرتے ہوئے ثویبہ کو آزاد کیا تھا، ان میں سے ٹھنڈا پانی نکلتا ہے جسے پی کر پیاس بجھاتا ہوں۔

فائدہ:- آئمہ محدثین اور اکابر علماء امت بیان کرتے ہیں کہ جب ایک کافر کو حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ پر خوشی کے اظہار میں کئے گئے عمل پر عذاب میں تخفیف مل گئی ہے جب کہ کفار کا کوئی عمل آخرت میں باعث اجر نہیں ہوتا، یہ محض حضور ﷺ کے خصائل اور برکات میں سے ہے، تو اہل ایمان و محبت اگر حضور ﷺ کے میلاد مبارک کی خوشی منائیں گے اور اس میں اعمال و صدقات اور قلبی سرور کے اظہار کا اہتمام کریں گے تو آخرت میں ان کے اجر و ثواب کا کیا عالم ہوگا؟

فائدہ:- حضور ﷺ کی ولادت باسعادت قداماء کے نزدیک زیادہ معروف اور مختار قول کے مطابق بروز پیر تاریخ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل، مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء و مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ ہجری بعد طلوع صبح صادق، قبل طلوع آفتاب ہوئی۔ بقول قاضی سلمان منصور پوری اس دن مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۳ بجکر ۲۰ منٹ پر ہوا تھا اور ایک جیٹھ کی تاریخ کو شروع ہوئے ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے

تھے۔ عرب میں آج کل جو دوسرا نظام الاوقات مروج ہے اس کے مطابق اس دن صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۵ منٹ پر ہوا تھا۔

نوٹ:۔ حمل و ولادت کے چند معجزات پراکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیلی معجزات کے لئے فقیر کا رسالہ ”معجزات حمل و ولادت“ کا مطالعہ فرمائیے۔

بچپن کی عادات کریمہ

(۱) نبی پاک ﷺ کی بچپن سے ہی عادت مبارکہ تھی کہ نہ کسی سے لڑائی نہ جھگڑا۔

(۲) آپ کسی کے عیوب ظاہر نہ کرتے۔

(۳) حیا و شرم بچپن سے ہی آپ کی عادت تھی۔

(۴) لب و لہجہ کی طرف آپ کا دل کبھی مائل نہ ہوا۔

(۵) ذہنی لحاظ سے بچپن میں ہی سن رسیدہ معلوم ہوتے تھے۔ ابن سینا نے شفا میں

لکھا ہے کہ نبی کامل اور عبقری انسان ہوتا ہے، لہذا آپ کے ذہنی قوی کا نشو و نما حیرت انگیز سرعت سے ہوا، چنانچہ اپنے بیگانے آپ کی غیر معمولی ذہانت سے متاثر تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ دودھ پینے کے لئے آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ

ایک پستان کا دودھ پیتے دوسرا پستان اپنے رضاعی بھائی کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس وقت بھی قلب اطہر میں وہ بات ڈال دی تھی جو عین انصاف کے مطابق تھی۔

انتباہ:۔ اس سے وہ گروہ متوجہ ہو جو کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ ہمارے

جیسے مجبور محض بشر اور بے خبر انسان ہیں، وہ خود اپنا حال بھی دیکھیں کہ بڑھا پے

تک پر ایسا مال کھاتے کھاتے نہیں تھکتے اور آپ ﷺ بچپن میں ہی غیر کے مال سے پرہیز فرماتے ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر بشر اس دور میں ہر اعتبار سے بے خبر ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ ہر طرح سے باخبر ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ کی بشریت محض تعلیم کیلئے عارضی ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف ”البشریہ تعلیم الامۃ“ میں پڑھئے۔

آپ کی پشت اطہر پر نمبر نبوت تھی۔ بچپن آپ نے انتہائی پاکیزہ طریقے سے گزارا، کہ جہالت کی گندگی اور غلاطت سے آپ کو سوس دور رہے۔ بتوں سے آپ کو نفرت تھی یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صاف طریقے سے جوانی کی حدود میں داخل فرمایا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے مرتبے پر فائز تھے۔ فحش گوئی، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت غرضیکہ دیگر تمام افعال قبیحہ اور اقوال شنیعہ سے آپ کو طبعی طور پر نفرت تھی۔ سیرت ابن ہشام کے مطابق کم سنی کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ آپ کو جن چیزوں سے بچاتا رہا ان کے متعلق آپ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً حضور ﷺ فرماتے ہیں، (ترجمہ) میں نے اپنے آپ کو قریش کے لڑکوں میں پایا جو لڑکپن کے بعض کھیلوں کے لئے پتھر اٹھاتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک برہنہ ہو گیا اور اپنا تہبند لے کر گردن پر رکھ لیا تاکہ اس پر پتھر اٹھائے۔

میرے ساتھیوں میں میرا ہی تہبند بندھا ہوا تھا۔

آپ انتہا درجے کے شرمیلے، باحیا اور عقیف تھے۔ غلط بات نہ کبھی آپ

زبان سے نکالتے اور نہ غلط بات سنتے۔ اگر کوئی بات مزاج کے خلاف سننے میں آئے تو چہرہ پھیر لیتے اور ناپسند کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور جیسا شرم و حیا کا پیکر کوئی نہ دیکھا، اور یہ کہ آپ میں نوجوان لڑکیوں سے بڑھ کر شرم و حیا کا مادہ تھا۔

رضاعت کے دوران کے معجزات و واقعات

حضرت حلیمہ کے کوائف بدل گئے، مشکل حل ہوئی

اُس سال شدید قحط تھا۔ میری سواری نہایت کمزور اور لاغر تھی۔ جس کا چلنا دشوار تھا۔ میرے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جو دودھ کے ساتھ سیر نہ ہو پاتا تھا اور نہ ہی ہمارے پاس سیر ہو کر کھانے کے لئے کوئی چیز تھی۔ بچہ ساری رات روتا اور ہم ساری رات جاگتے گزار دیتے۔

(۱) میں بنی سعد کے خاندان کی خواتین کے ساتھ بچوں کو حاصل کرنے کے لئے مکہ میں آئی۔ جب ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو دایاں اور خواتین اس امر کے لئے روانہ ہو گئیں کہ دودھ پینے والے بچوں کو تلاش کریں۔ ادھر میں اور میرے ساتھ سات دایاں رہ گئیں۔ اور ہماری ملاقات سیدنا عبدالمطلب (حضور ﷺ کے دادا) سے ہو گئی۔ (۲) مولد العروس لابن الجوزی وسیرۃ نبویہ ابن کثیر

”آپ نے فرمایا۔ میرے پاس ایک چھوٹا بچہ ہے۔ اے دودھ پلانے والیو! تم

ادھر آؤ تاکہ اس بچے کو دیکھ لو اور جس آیا کی مرضی ہو یا جس کے مقدر میں ہو وہ بچے کو لے جائے۔ چنانچہ ہم سب خواتین حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ چلی گئیں۔ ہم سب دودھ پلانے والی خواتین نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو ہم میں سے ہر ایک خاتون کہنے لگی کہ میں آپ کو دودھ پلاؤں گی جب یہ عورتیں حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے آگے بڑھیں تو حضور نے ان میں سے ہر ایک سے منہ پھیر لیا، لیکن جو نبی میں آگے بڑھی تو آپ نے میری طرف دیکھا، مسکرائے، میری جانب بڑھے، چنانچہ میں نے حضور کو اپنی گود میں لے لیا اور آپ کو دائیں جانب سے پستان کیا، چنانچہ آپ نے دودھ نوش فرمایا، اور جب میں نے آپ کو اپنا بایاں دودھ پیش کیا تو حضور نے اس سے روگردانی فرمائی چنانچہ آپ سے میری رغبت و محبت اور بڑھ گئی اور میں حضور ﷺ میں مزید شوق کا اظہار کرنے لگی (ابن الجوزی، مولد العروس)

جب میں نے ارادہ کر لیا کہ میں حضور ﷺ کو حاصل کر لوں تو حضرت عبدالمطلب نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ یتیم ہیں اور آپ کے والد گرامی کا وصال ہو چکا ہے۔ دیگر خواتین اس لئے نہیں لے گئیں کہ معقول معاوضہ کی امید نہ تھی۔ اگر تو پسند کرتی ہے کہ تیرے بخت جاگ جائیں تو اسے لے جا۔ میں نے حضور ﷺ کے والد گرامی کے وصال کے متعلق سنا تو حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا۔

مجھے تھوڑی سی مہلت دیجئے تاکہ اس امر کے بارے میں اپنے خاوند حارث

سے مشورہ کر سکوں۔

آپ نے مجھ سے پوچھا: تو کون ہے؟

میں نے عرض کیا..... میرا تعلق بنو سعد سے ہے۔

آپ نے فرمایا: تیرا نام؟

میں نے کہا..... حلیمہ

تو وہ مسکرائے اور فرمایا۔

”بس بس سعادت اور حلم کا اجتماع، ان میں خیر ہی خیر اور عزت ہی عزت ہے۔“

(سیرۃ حلبیہ)

”مجھے تین دن سے خواب میں کہا جا رہا ہے کہ اپنے بیٹے کے لئے بنی سعد اور

آل ابی ذویب سے دودھ پلانے کا انتظام کرو۔“ (طبقات ابن سعد) یہ سن کر میں

نے عرض کیا۔ میرا باپ ہی ابو ذویب ہے۔“

میں نے جا کر اپنے خاوند سے سارا ماجرا عرض کر دیا اور کہا۔

اللہ کی قسم اب میں خالی نہیں جاؤں گی۔ میں اس یتیم بچے کے ہاں جاتی ہوں

اور اسے اپنے ساتھ لے آتی ہوں۔

لیکن مجھے تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اتنی خوشی اور فرحت پیدا

فرمادی تھی کہ وہ فوراً کہنے لگے۔ حلیمہ! دیر مناسب نہیں، اس خوش بخت بچے کو

حاصل کر لے، شاید اللہ تعالیٰ اسی میں برکت عطا فرمادے۔ (سیرت حلبیہ ونبویہ از

ابن کثیر) میں جلدی سے واپس آ گئی۔ حضرت عبدالمطلب میرا انتظار کر رہے تھے۔

جب میں نے بچہ لانے کو کہا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ انہوں نے مجھے اپنے

ساتھ چلنے کو کہا، آپ مجھے اس مکان میں لے گئے جہاں آپ ﷺ تشریف فرما

تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے مجھے خوش آمدید کہا۔

جب میں مولد النبی میں داخل ہوئی تو دیکھا۔ آپ دودھ سے بھی سفید اون کے

کپڑے میں ملبوس ہیں، اور نیچے سبز رنگ کا بچھونا ہے۔ آپ آرام فرما رہے تھے اور

آپ کے جسم اطہر سے خوشبو کے خُلقے مٹھوٹ رہے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

جب کپڑے کو چہرہ اقدس سے ہٹایا گیا تو میں آپ کے خُسن و جمال میں اس طرح

گم ہو گئی کہ مجھ میں جگانے کی ہمت نہ رہی ”پس میں نے چاہا کہ آپ کو جگا دوں لیکن

میں آپ کے خُسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی۔ (مدارج النبوة دوم و سیرت نبویہ)

جب میری حالت کچھ معمول پر آئی تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کے سینہ اقدس

پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ جب آپ نے

آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے ایک نور نکل رہا ہے جس کی

شعاعیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں، چنانچہ میں بے اختیار ہو گئی اور آپ کی دونوں آنکھوں

کے درمیان یعنی آپ کی جبیں مقدس پر بوسہ دیا اور پھر آپ کو گود میں لے لیا اور حضور

اقدس ﷺ کو دودھ پلانا شروع کر دیا۔ مکہ میں رات گزارنے کے بعد جب ہم نے

صبح واپسی کا ارادہ کیا تو دل میں بیت اللہ شریف کا طواف کر لینے کی خواہش پیدا

ہوئی۔ چنانچہ میں آپ کو اٹھا کر حرم کعبہ میں لے گئی۔ طواف شروع کرنے سے پہلے میں نے حجر اسود کو بوسہ دینا چاہا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ حجر اسود اپنی جگہ سے حرکت کر کے آپ کی طرف بڑھا، حتیٰ کہ اس نے چہرہ اقدس کے ساتھ چٹ کر بوسے لینا شروع کر دیئے۔ (تفسیر مظہری)

آپ کی والدہ محترمہ اور دادا جان کی اجازت اور طواف کعبہ کے بعد میرے خاوند نے (مکہ سے روانگی کے لئے) میرے سامنے سواری کو بٹھایا۔ اس وقت دودھ پلانے والی خواتین کے پاس ستر سواریاں تھیں۔ ان میں سے میری سواری سب سے زیادہ کمزور اور نحیف و نزار تھی۔ میں اس پر سوار ہو گئی اور حضور ﷺ کو اپنے آگے بٹھالیا۔ اچانک میری سواری اس قدر پھر تیلی اور تیز ہو گئی کہ سب سے آگے نکل گئی۔ (مولد العروس)

میری سواری جھوم جھوم کر چلتی اور کبھی کبھی گنگنائی تو یوں لگتا جیسے کہہ رہی ہو۔ اللہ کی قسم آج مجھے اللہ نے عظیم شان عطا کر دی ہے۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی، کمزوری کے بعد طاقت دے دی ہے۔ اے بنو سعد کی عورتو! تم غفلت میں رہیں، تمہیں پتہ ہے میری پشت پر کون سوار ہے؟ میری پشت پر سید الانبیاء اور رب العالمین کا محبوب ﷺ سوار ہے۔ (سیرۃ حلبیہ)

جہاں جہاں سے آپ کی سواری گزرتی، وہاں وہاں سبزہ اُگ آتا۔ پھر آپ کو سلام عرض کرتے اور درخت اپنی ٹہنیوں سمیت جھک کر استقبال کرتے (مظہری)

اللہ کی وسیع زمین میں ہماری زمین سے بڑھ کر کوئی سرسبز نہیں ہے (سیرت حلبیہ) میں جب کبھی بھی کسی درخت یا پتھر کے قریب سے گذرتی یا کسی پختہ مکان کے پاس سے میرا گذر ہوتا تو وہ مجھے یہ الفاظ کہتا۔ اے حلیمہ سعدیہ! آپ کو بشارت اور مبارک ہو، اور جب میں نے حضور ﷺ کی ذات سے ایسے معجزات کا صدور دیکھا تو میں حیران رہ گئی، تاہم میں بہت مسرور ہوئی۔ حضور کے نور پاک کے باعث میں سخت اندھیرے میں بھی دیکھنے کی قوت رکھتی تھی۔ آپ کے انوار و تجلیات میں سفر کرتی ہوئی گھر میں پہنچی تو اس وقت میرے ارد گرد دُور دُور تک روشنی اور نور پھیلا ہوا تھا۔ جب خاندان بنو سعد نے ان انوار و تجلیات کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے، اے حلیمہ! یہ آب و تاب، چمک دمک رکھنے والا نور کیسا ہے؟ (مولد العروس)

آپ کی برکت سے میرے دوسرے بچے کو بھی سیر ہو کر دودھ پینا نصیب ہوا۔ میرا خاوند جب اونٹنی کا دودھ دوہنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے تھن بھرے ہوئے ہیں اور اس نے اتنا دودھ دیا کہ ہم تمام نے سیر ہو کر پیا۔ آج ہم نے اطمینان کے ساتھ رات بسر کی۔ (سیرت حلبیہ)

جب میں آپ کو دایاں دودھ پیش کرتی تو آپ نوش فرماتے، پھر بائیں جانب زرخ انور کرتی تو آپ دودھ پینے سے انکار فرما دیتے۔ آپ کی برکت سے بنی سعد کے ہر گھر سے کستوری کی طرح خوشبو آتی تھی۔ (سبل الہدیٰ ج ۱ ص ۱۷۳)

لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت گھر کر چکی تھی کہ اگر ان میں سے کوئی بھی بیمار

ہو جاتا تو وہ آکر آپ کا دستِ پاک پکڑ کر اپنے جسم سے مس کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے شفا عطا کر دیتا۔ (سبل الہدی ج ۱ ص ۲۷۲)

ہم پر سے مشقت اور تکلیفیں زائل ہو گئیں۔ ہمارے پاس سارے جہاں کی خوشیاں اور فرحتیں آ گئیں۔ ہم نے حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کی بدولت اپنی آرزوئیں اور تمنائیں حاصل کر لیں۔ (مولد العروس)

ایک دن میں اپنے صحن میں آپ کو گود میں لئے بیٹھی تھی کہ اتنے میں میری بکریاں آ گئیں۔ وہ تمام میرے پاس سے گزرتی گئیں، لیکن ایک نے آگے بڑھ کر آپ کے سراقدس کو چوم لیا اور سجدہ کیا (سیرت حلبیہ)

جس دن سے ہم آپ کو اپنے گھر لائے اُس دن سے ہمیں گھر میں چراغ جلانے کی حاجت نہیں رہی، کیونکہ آپ کے چہرہ اقدس کا نور چراغ سے زیادہ منور تھا۔ جب کبھی ہمیں کسی جگہ چراغ کی ضرورت ہوتی تو ہم آپ کو اٹھا کر وہاں لے جاتے اور آپ کی برکت سے تمام جگہ روشن ہو جاتی، چنانچہ ایک دن مجھ سے حضرت خولہ نے پوچھا کہ تم رات کو گھر میں آگ (چراغ) جلانے رکھتی ہو جس سے تمہارے گھر میں روشنی رہتی ہے؟ میں نے کہا: خدا کی قسم آگ چراغ نہیں جلاتی بلکہ یہ روشنی نور مجسم ﷺ کے نور کی ہے (تفسیر مظہری)

جن دنوں میں رسول اکرم ﷺ کو دودھ پلایا کرتی تھی ان دنوں مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ (میلا دنہوی لابن الجوزی)

حضور ﷺ تمام بچوں کی نسبت جلدی نشوونما حاصل کر رہے تھے، آپ کا قد اور جسم مبارک تیزی سے تو مند ہو رہا تھا۔ حضور چھ ۶ ماہ کے ہوئے تو میں نے ایک دن آپ کے لبوں سے یہ کلمات سنے "اللہ اکبر کبیر او الحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا" (مولد العروس، انحصا لکبری، السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۲۳۸) ترجمہ:- "اللہ بہت ہی بڑا ہے۔ اسی کو سب تعریفیں زیبا ہیں۔ صبح و شام اسی کی تعریف اچھ لگتی ہے۔"

میں آپ کے اس نغمے پر حیران تھی۔ آپ چار سال کے ہو گئے تو میں آپ کی والدہ سے ملانے کے لئے آپ کو مکہ شریف لے آئی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو میں نے وہ تمام برکات و انوار کے واقعات سنائے جو ان چار برسوں کے دوران دیکھنے میں آئے تھے۔ آپ سُن سُن کر بڑی خوش ہوئیں۔ آپ نے فرمایا "میں اپنے بچوں کے متعلق بڑی فکر مند تھی، مگر میں نے اپنی محبت اور شوق سے مزید پرورش اور تربیت کا اظہار کیا جس پر حضرت آمنہ نے مجھے دوبارہ پرورش کرنے کی اجازت دے دی۔ میرا دل مقصد یہ تھا کہ جس بچے کی وجہ سے میرے گھر کے آنگن میں بہاریں آ گئی ہیں اسے کچھ عرصہ مزید اپنے پاس ہی رکھوں۔"

بھلی ساعت میں آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

۵ سال بکریاں پڑائیں

حضور ﷺ پانچ سال کے ہو گئے، ایک دن آپ نے مجھ (سیدہ حلیمہ سعدیہ)

سے پوچھا: امی میں دن کے وقت اپنے بھائیوں کو نہیں دیکھ پاتا، وہ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ دن کے وقت بکریاں چرانے باہر چلے جاتے ہیں۔ حضور نے چل کر کہا: اب میں بھی ان کے ساتھ جایا کروں گا۔ دوسرے دن آپ تیار ہوئے تو میں نے آپ کے گلے میں گھونگا ڈال دیا تاکہ آپ کو کوئی بُری نظر نہ لگ جائے۔ آپ نے ہاتھ میں ایک لاشی لے لی اور ایک ننھا ساعیلی بن کر روانہ ہوئے۔ سارا دن باہر رہ کر عشاء کے وقت گھر آئے۔ اسی طرح آپ ہر روز جاتے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ دن گزارتے۔ میرے بچے مجھے بتاتے کہ جس دن سے ہمارا مکی بھائی ہمارے ساتھ جانے لگا ہے جہاں جہاں ہم بکریاں لے جاتے ہیں سرسبز گھاس سامنے آتا جاتا ہے۔ جب ہم کسی درخت یا پتھر کے نزدیک سے گزرتے ہیں تو اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا نَبِیَّ اللّٰہ کی آوازیں آتی ہیں۔ اگر کہیں خشک وادی میں بیٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی ہری بھری دکھائی دیتی ہے۔ بچوں کی یہ باتیں سن کر میں حضور ﷺ کو اٹھا لیتی اور آپ کا سر اور منہ چوم لیتی۔

شق صدر

ایک دن میں گھر پر تھی کہ میرے دونوں بچے بکریاں چھوڑے دوڑے دوڑے گھر آئے اور ہانپتے ہانپتے کہنے لگے ”ہمارے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ کر لیا ہے اور ان کا پیٹ چیر دیا ہے۔“ میں اور میرا خاوند دوڑے دوڑے وادی میں پہنچے تو حضور کو کھڑے پایا۔ ان کو دیکھا تو جان میں جان آگئی۔ میں نے پوچھا تو آپ

نے بتایا: امی! میرے پاس نورانی لباس میں ملبوس دو شخص آئے تھے، انہوں نے مجھے پکڑ کر لیا، پیٹ کو چاک کر دیا۔ ان کے پاس ایک سنہری طشتی تھی جس میں برف رکھی ہوئی تھی۔ میرا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا نکالا اور باہر پھینک دیا۔ میرے زخموں کو دھویا، پھر جوڑا اور برف سے مل دیا۔ اب مجھے کوئی درد یا تکلیف نہیں ہے۔ شق الصدر کی تحقیق فقیر کے رسالہ ”شق الصدر“ میں پڑھئے۔

اس واقعہ کے بعد بنو سعد کے تمام لوگ میرے گھر اکٹھے ہو گئے۔ حضور کو چومتے اور حالات پوچھتے۔ سارے قبیلے نے مجھے مشورہ دیا کہ حضور کو ان کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس چھوڑ آنا چاہیے، خدا نخواستہ کوئی اور واقعہ رونما ہو جائے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں، اس دن کے بعد مجھے حضور ﷺ کے متعلق بڑی فکر رہنے لگی میں آپ کو لے کر مکہ پہنچی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حیران تھیں کہ اتنی جلد کیوں واپس آگئی ہوں حالانکہ میرا ذوق اور جذبہ تو حضور سے جدا ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ میں نے سارے واقعات سنا دیئے۔ حضرت سیدہ آمنہ فرمانے لگیں، میرے بچے کو شیطان قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، وہ بے مثل ہے اور منفرد ہے۔

فائدہ: اس سے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال کیا گیا ہے۔

سال ۶

حضور سید عالم ﷺ کی عمر چھ سال ہو گئی تھی، آپ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ کے مقام ابواء میں تشریف لائے، حضرت سیدہ آمنہ کا ابوا میں ہی انتقال ہو گیا۔

حضور ﷺ کو ام ایمن وہاں سے لے کر مکہ آئیں اور حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ کی ولادت مبارک کے آٹھویں سال ان کا انتقال ہوا، پھر ابوطالب کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت کر سکے، حتیٰ کہ آپ ایک نوخیز نو جوان بن کر ابھرے۔ سفید چہرہ، ابھرتا ہوا قد، خوبصورت اندازِ تکلم۔ جدھر جاتے لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ شہر سے باہر جاتے تو بادلوں کا ٹکڑا سایہ کرتا۔ جہاں رکے بادل رک جاتے۔ شہر میں درخت جھک کر سلام کرتے۔ راستے کے پتھر صلوة و سلام پڑھتے۔

آپ چالیس سال کے ہو گئے اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔ پیغامِ توحید و رسالت پھیلنے لگا۔ اہل ایمان قدم بوس ہونے لگے۔ اشقیاءِ مخالفت کا طوفان اٹھانے لگے۔ مکہ میں اپنے بیگانے علیحدہ علیحدہ ہونے لگے۔ بتوں میں زلزلہ پنا ہونے لگا۔ کعبۃ اللہ میں رونق آنے لگی۔ جدھر نگاہیں اٹھتیں اہل ایمان کھنچے چلے آتے۔ اشقیاءِ تکواریں سونت لیتے۔ مگر آپ کی نگاہِ رحمت نے اکڑی ہوئی گردنوں اور سونتی ہوئی تلواریں کو سرنگوں کر دیا۔

بچپن کی برکات

مواہبِ لدنیہ میں ہے کہ ابنِ اطلق، ابنِ راہویہ، ابو یعلیٰ، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم حضرت حلیمہ سعدیہ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے کسی بچے کو لینے مکہ مکرمہ آئی۔ یہ زمانہ شدید قحطِ سالی کا

تھا۔ آسمان سے زمین پر پانی کا ایک قطرہ تک نہ برساتا تھا۔ ہمارے ایک مادہ گدھی تھی جو لاغری و کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتی تھی۔ ایک اونٹنی تھی جو دودھ کی ایک بوند نہ دیتی تھی۔ میرے ساتھ میرا بچہ اور میرے شوہر تھے۔ ہماری تنگی کا یہ عالم تھا کہ رات چھین سے گزرتی تھی نہ دن آرام سے۔ جب ہمارے قبیلہ کی عورتیں مکہ پہنچیں تو انہوں نے دودھ پلانے کے لئے تمام بچوں کو لے لیا بجز حضور ﷺ کے کیونکہ جب وہ یہ سنتی تھیں کہ وہ یتیم ہیں تو ان کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں۔ کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لے لیا ہو، صرف میں ہی باقی تھی اور حضور ﷺ کے سوا کسی کو نہ پاتی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا: خدا کی قسم بغیر بچے لئے مکہ مکرمہ سے لوٹنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں جاتی ہوں اور اسی یتیم بچے کو لئے لیتی ہوں، میں اسی کو دودھ پلاؤں گی۔ اس کے بعد میں گئی، میں نے دیکھا کہ حضور دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی ہیں۔ آپ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے اور آپ خرائے لیتے ہوئے اپنی قفا (گدی) پر مجو خواب ہیں۔ چونکہ حضور ﷺ کی عادت شریف تھی کہ آپ نیند میں خرائے لیتے تھے اور کہرسنی میں بھی خرائوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اگر یہ تیز و شدید آواز نہ ہو تو محمود ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ کو نیند سے بیدار کر دوں مگر میں آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی۔ پھر میں نے آہستہ سے قریب ہو کر اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنا ہاتھ آپ کے سینہ مبارک پر رکھا تو آپ نے تبسم فرما

کراپنی چشم مبارک کھولدی اور میری طرف نظر کرم اٹھائی تو آپ کی چشمان مبارک سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پرواز کر گیا۔ میں نے آپ کی دونوں چشمان مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھالیا تاکہ دودھ پلاؤں۔ میں نے داہنا پستان آپ کے دہن مبارک میں دیا، آپ نے دودھ نوش فرمایا، پھر میں نے چاہا کہ اپنا بایاں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ نے نہ لیا اور نہ پیا۔

بچپن کا عدل و انصاف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ابتدائی حالت میں ہی عدالت و انصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرما دیا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ ایک ہی پستان کا دودھ آپ کا ہے کیونکہ حلیمہ کا ایک اپنا لڑکا بھی ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ کا یہ حال رہا کہ ایک پستان کو حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پھر میں آپ کو لیکر اپنی جگہ آئی اور اپنے شوہر کو دکھایا۔ وہ بھی آپ کے جمال مبارک پر فریفتہ ہو گئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ وہ اپنی اونٹنی کے پاس گئے، دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے باوجودیکہ اس سے پہلے اس کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا۔ انہوں نے اسے دوہا جسے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا اور ہم خوب سیر ہو گئے۔ اور خیر و برکت کے ساتھ اس رات چھین کی نیند سوئے۔ چونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی۔ میرے شوہر نے کہا: اے حلیمہ! بشارت و خوشی ہو کہ تم نے اس ذات

مبارک کو لے لیا تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے یہ سب اسی ذات مبارک کے طفیل ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اور زیادہ خیر و برکت رہے گی۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک نور آپ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے اور ایک شخص سبز کپڑے پہنے آپ کے سر ہانے کھڑا ہے۔ پھر میں نے اپنے شوہر کو جگا کر کہا اٹھئے اور دیکھئے۔ شوہر نے کہا اے حلیمہ! خاموش رہو اور اپنی اس حالت کو چھپا کے رکھو۔ کیوں کہ (مجھے معلوم ہے کہ) جس دن سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے یہود کے علماء و احبار نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے، انہیں چین و قرار نہیں ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور مجھے بھی سیدہ آمنہ نے رخصت کیا۔ میں اپنے دراز گوش (یعنی مادہ گدھی) پر حضور ﷺ کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی، میرا دراز گوش خوب چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن اوپر تان کر چلنے لگا۔ جب ہم کعبہ کے سامنے پہنچے تو تین سجدے کئے اور اپنے سر کو آسمان کی جانب اٹھایا اور چلایا۔ پھر قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگا۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے۔ عورتوں نے مجھ سے کہا: اے بنت ذویب! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھیں جو تمہارے بوجھ کو اٹھا نہیں سکتا تھا اور سیدھا چل تک نہ سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ وہی جانور ہے اور یہ وہی دراز گوش ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے

قوی و طاقتور کر دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا: خدا کی قسم! اس کی بڑی شان ہے۔
 حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے دراز گوش کو جواب دیتے سنا کہ ”ہاں! خدا کی قسم
 میری بڑی شان ہے، میں مردہ تھا مجھے زندگی عطا فرمائی، میں لاغر و کمزور تھا مجھے
 قوت و توانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے اور تم غفلت میں ہو اور تم
 نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے۔ میری پشت پر سید المرسلین، خیر الاولین
 والا آخرین، حبیب رب العالمین ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ راستہ میں دائیں
 بائیں میں سنتی کہ کہتے ”اے حلیمہ! تم جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ
 محمد ﷺ آسمان و زمین کے رب کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔“ ہم
 جس منزل پر قیام کرتے حق تعالیٰ اس منزل کو سرسبز و شاداب فرما دیتا باوجودیکہ وہ
 قحط سالی کا زمانہ تھا۔ اور جب ہم بنی سعد کی بستی میں پہنچ گئے تو اس سے پہلے کوئی خطہ
 اس سے زیادہ خشک اور ویران نہ تھا۔ اب میری بکریاں چراگاہ میں جاتیں تو شام کو
 خوب شکم سیر، تروتازہ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور ہم
 سب خوب سیر ہو کر پیتے اور دوسروں کو پلاتے۔ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں
 سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو ان چراگاہوں میں کیوں نہیں چراتے جس چراگاہ میں
 بنت ابی ذؤیب کی بکریاں چرتی ہیں۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ ہمارے گھر میں
 یہ خیر و برکت کہاں سے آئی ہے۔ یہ برکت و نشاط غیبی چراگاہ اور کسی اور چارہ سے
 تھی۔ اس کے بعد ہماری قوم کے چرواہوں نے ہمارے چرواہوں کے ساتھ

بکریاں چرائی شروع کر دیں، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کے اموال اور ان کی
 بکریوں میں بھی خیر و برکت پیدا کر دی۔ حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے تمام قبیلہ
 میں خیر و برکت پھیل گئی۔ میں جانتی ہوں کہ یہ سب حضور کے وجود گرامی کی برکت
 سے ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک بات کرنے کی آئی تو میں
 آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنتی ”اللہ اکبر الحمد للہ رب العلمین و سبحان
 اللہ بکرة واصیلا“ اور ات کے وقت آپ کے دل مبارک کو یہ فرماتے سنتی ”لا
 الہ الا اللہ قد وسانا العیون والرحمن لا تاخذہ سنة ولا نوم“ اور حضور
 کو مہد میں یعنی پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ کرتے دیکھتی اور
 جس طرف چاند کو اشارہ فرماتے چاند اسی جانب جھک جاتا، اور فرشتے آپ کے
 گہوارے یعنی پنگھوڑے کو ہلاتے، یہ آپ کے معجزات میں مذکور ہے۔ حلیمہ سعدیہ
 فرماتی ہیں کہ حضور نے کبھی بھی کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا۔ آپ کے بول و براز
 کا ایک وقت مقرر تھا۔ جب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ کے دہن مبارک کو دودھ
 وغیرہ سے پاک و صاف کروں تو غیب سے مجھ پر سبقت ہوتی اور آپ کا دہن
 ارک پاک و صاف ہو جاتا۔ اور جب کبھی حضور ﷺ کا ستر کھل جاتا تو آپ
 حرکت کرتے اور روتے رہتے یہاں تک کہ میں ستر ڈھانپ دیتی اور اگر ڈھانپنے
 میں میری طرف سے تاخیر یا کوتاہی ہوتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا۔
 جب چلنے کا زمانہ آیا اور آپ بچوں کو کھلتا دیکھتے تو آپ ان سے دور رہتے اور

انہیں اس سے منع فرماتے اور کہتے ہمیں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں فرمایا گیا ہے۔ اسی کے مانند حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ شروع کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی نشوونما دوسرے بچوں سے نرالی تھی۔ ایک دن میں حضور ﷺ کی نشوونما اتنی ہوتی جتنی دوسرے بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی اور ایک ماہ میں اتنی ہوتی جتنی دوسرے بچوں کی ایک سال میں ہوتی۔ روزانہ ایک نور آفتاب کی مانند آپ پر اترتا اور آپ کو ڈھانپ لیتا پھر آپ متجلی ہو جاتے۔ منقول ہے کہ روزانہ دوسفید مرغ اور ایک روایت میں ہے کہ دوسر دسفید پوش آپ کے گریبان میں داخل ہو کر روپوش ہو جاتے تھے۔ آپ نہ روتے چلاتے اور نہ بد خلقی کا اظہار فرماتے۔ شروع سے ہی آپ کا یہی حال تھا۔ اور جب کسی چیز پر آپ دست مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے۔ اور میں آپ کی ہیبت اور دبدبہ سے اپنے شوہر کو اپنے قریب نہ آنے دیتی، یہاں تک کہ آپ پر دو سال پورے گزر گئے۔ فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کو کبھی دور جانے نہ دیتی۔ ایک روز مجھ سے غفلت ہوئی۔ آپ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ جو آپ کے ساتھ خاص طور پر رہتی تھی چلے گئے کہ دن گرمی کا تھا تو میں آپ کی تلاش میں چل دی اور میں نے آپ کو شیماء کے ساتھ پایا۔ میں نے شیماء سے کہا: کیوں گرمی اور لو میں لے کر آگئی۔ شیماء نے کہا: ہم نے تو گرمی کی شدت محسوس نہیں کی کیونکہ میں نے دیکھا کہ ابراہیم کا ٹکڑا آپ پر سایہ کئے رہا، جہاں تشریف لے جاتے ابراہیم ساتھ جاتا، یہاں تک کہ ہم یہاں

ن پہنچ گئے۔ (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر ابراہیم کا سایہ کرنا بچپن ہی سے تھا۔ لیکن علماء کہتے ہیں کہ یہ دائمی طور پر نہ تھا کہ ہمیشہ آپ کے سر مبارک پر ابراہیم کا سایہ کرتا، اور یہ صورت ضرورت و احتیاج کے وقت ہوتی۔

بکریوں کے قصے اور معجزات

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو سرور کوئین ﷺ کی رضاعت کی سعادت نصیب ہوئی، ان سے بکریوں کی داستانیں مشہور ہیں۔

(۱) جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سرور کوئین ﷺ کو رضاعت کیلئے واپس طائف کو جا رہی تھیں تو کیا دیکھا، وہ فرماتی ہیں، راہ میں بکریاں پڑتی تھیں مجھ سے بولیں، تو ان کو جانتی ہے یہ زمین و آسمان کے پیغمبر اور اولاد آدم کے سرور اور سب جن و انس سے بہتر ہیں۔

(۲) ایک پیر مرد نظر آیا جس نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا: یہ ختم المرسلین ﷺ ہیں۔

(۳) وادی سدرہ میں صحنے کے کئی عالم ملے، آپ کو دیکھتے ہی بولے، یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ ہیں۔

(۴) وادی ہوازن سے ایک پیر مرد نظر آیا، حضور کو دیکھا اور کہا: یہ خاتم الانبیاء ﷺ ہیں، انہیں کے پیدا ہونے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری دی تھی۔

(۵) حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں، جب میں اپنے مکان پر پہنچی تو حضور ﷺ کا مقدس

ہاتھ سات بکریوں کو لگا دیا، اس قدر دودھ دیئے لگیں کہ ایک دن کا دودھ چالیس دن کے لئے کافی ہوتا اور تھوڑے ہی عرصے میں میرے یہاں بجائے سات بکریوں کے سات سو (۷۰۰) بکریاں ہو گئیں۔

(۶) جب قوم نے یہ برکت دیکھی سب نے جمع ہو کر کہا کہ اے حلیمہ! ہم کو بھی برکات محمدیہ سے بھیک ملے، حضور کے قدم مبارک دھو کر پانی قوم کو دے دیا گیا، انہوں نے اپنی اپنی بکریوں کو پلایا، سب حامل و شیردار ہو گئیں۔ اور قوم ان کے دودھ سے آسودہ اور مالدار ہو گئی۔

(۷) ایک روز غیب سے آواز آئی، اے حلیمہ! تجھے اس فرزند ار جند کیساتھ بشارت ہو جو تمام عرب کا سردار ہے۔

(۸) آپ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعاء قبول ہوتی۔ جب آقائے نامدار حبیب پروردگار کی عمر شریف نو مہینے کی ہوئی تو فصاحت سے کلام فرماتے۔ لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو فرماتے کہ مجھے کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔

(۹) جب حضور انور ﷺ اچھی طرح چلنے لگے تو حضرت حلیمہ سے فرمایا: میرے بھائی دن کو کہاں جاتے ہیں؟ عرض کیا: بکریاں پھراتے ہیں۔ فرمایا: میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گا، ہر چند عذر کیا، قبول نہ ہوا۔

نکتہ

پروردگار نے بکریاں چرانے کی رغبت اس جناب کے دل میں پیدا کی کہ یہ کام

سیاست و شفقت برضعفائے امت اور صبر بر مصیبت وغیرہ امور سے کہ لوازم نبوت سے ہیں نہایت مناسبت رکھتا ہے اور انکساری و تواضع سکھاتا ہے۔

(۱۰) حضرت حلیمہ سعدیہ سے منقول ہے کہ ایک دن میرے بیٹے نے کہا: اے میری ماں! محمد ﷺ کی شان بس عجیب ہے جس جنگل میں جاتے ہیں ہرا ہو جاتا ہے۔

(۱۱) دھوپ میں ابر سر مبارک پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ جاتا ہے، جنگل کے جانور آپ کے قدم چومتے ہیں۔ میں نے کہا: اے فرزند! اپنے بھائی کا حال کسی سے نہ کہنا۔

مختلف معجزات و واقعات

(۱) چاند جھک جاتا

اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق آپ جملہ عالمین کے نبی ہیں ﷺ اسی لئے اس قاعدہ کو مستحکم کرنے کے لئے یہ معجزہ اپنی تائید کرتا ہے کہ بچپن میں بھی آپ تصرفات کے مالک تھے اور آسمان کے چاند کو اشارے سے چلاتے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے بچپن کا ایک واقعہ یوں عرض کرتے ہیں۔

”يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَعَانِي إِلَى الدَّخُولِ فِي دِينِكَ أَمَارَةً لِنُبُوَّتِكَ دَأَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ تَنَاعَى الْقَمَرُ وَكُشِبِرُ إِلَيْهِ بِأَصْبَعِكَ فَحَيْثُ أَشْرَتْ إِلَيْهِ

مَا لَ قَالَ ﷺ اِنِّي كُنْتُ اَحَدُهُ وَيَحْدُثُنِي وَيَلْهِيَنِي عَنِ الْبُكَاءِ وَاسْمَعُ وَجِبْتُهُ حِينَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ

یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ کی علامات نبوت نے دی۔ میں نے آپ کو گہوارے میں دیکھا۔ آپ چاند کے ساتھ سرگوشی فرماتے اور آپ جس طرح اشارہ کرتے وہ اسی طرف مائل ہو جاتا، تو آپ نے فرمایا میں چاند کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا تھا۔ وہ مجھے رونے نہیں دیتا تھا۔ جب وہ عرش الہی کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کی آواز سنتا تھا۔

(الدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۳۶)

ایک اور روایت میں آتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ حال آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ تو فرمایا۔

”لَوْحٌ مَحْفُوظٌ بِرَقْلَمٍ چلتا تھا اور میں اس آواز کو سنتا تھا۔ زیر عرش فرشتوں کی تسبیح بھی سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا۔

(۲) امام ابن سبغ رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم ﷺ کے خصائص مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”أَنَّ مَهْدَهُ كَانَ يَتَحَوَّكُ بِتَحْوِيكِ الْمَلَائِكَةِ“ ملائکہ آپ کے گہوارے کو ہلایا کرتے تھے۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۹۱)

(۳) بادلوں کا سائبان

نبی اکرم ﷺ کے ایام طفلی کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ جس طرف تشریف لے جاتے بادل آپ پر سایہ قلعن ہو جاتے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا خود سے دور رہنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ ایک روز آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ باہر تشریف لے گئے تو حضرت حلیمہ سعدیہ سخت پریشان ہوئیں۔ فوری طور پر آپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں اور جب دونوں کو سخت دھوپ میں پایا تو اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”فِي هَذَا الْحَرَةِ فَقَالَتْ اخْتِ يَا امه ما وجد اخي حرار انيت غمامة تظلل اذا وقف وقفت واذا سار سارت“ (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۵۳، مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۵۵)

”اتنی شدید دھوپ میں پھر رہی ہو۔ اس پر آپ ﷺ کی بہن نے کہا۔ اے اماں جان! میرے بھائی کو گرمی نہیں ستاتی۔ میں نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ قلعن رہتے ہیں۔ جب آپ رکتے ہیں تو بادل رک جاتا ہے، اور جب آپ چلتے ہیں تو بادل بھی چل دیتا ہے۔

(۴) بچپن میں تیراکی

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو صغریٰ میں حضرت عبداللہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے اپنے ہمراہ مدینہ لے گئیں۔ دوران سفر ایک مکان پر قیام فرمایا۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضور کا ایک روز اسی مکان کے قریب سے گزر ہوا تو

بچپن کا وہ زمانہ یاد آگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”هَلْهَنَا نَزَلَتْ بِيْ اُمِّيْ وَ اَحْسَنْتُ الْعَوْمَ لِيْ بِنَبِيِّ عَدِيْ ابْنِ النَّجَارِ“

اس گھر میں میری والدہ مجھے لے کر ٹھہری تھیں اور میں بنی نجار کے تالاب میں تیرا کرتا تھا۔

(۵) ستر پوشی کیلئے غیبی فرشتے

نبی اکرم ﷺ کے پُر نور بچپن کا کیا کہنا۔ آپ ﷺ تمام بچوں کی طرح بول و براز نہیں کرتے تھے، بلکہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی روایت کے مطابق آپ کا ایک وقت مقرر تھا۔ دوسرے بچوں کی طرح آپ نے کبھی کپڑوں کو آلودہ بھی نہ کیا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب آپ دودھ پی کر فارغ ہوتے تو میں چاہتی کہ آپ کے منہ کو پونچھ کر صاف کر دوں مگر مجھ سے پہلے ہی غیب سے کوئی اسے صاف کر دیتا۔ جب آپ کا ستر مبارک کھل جاتا تو آپ رونے لگتے جس سے میں سمجھ جاتی کہ آپ کا ستر کھل گیا ہے اور میں اسے فوراً آکر ڈھانپ دیتی اور اگر کبھی دیر ہو جاتی تو کوئی غیب سے آکر اسے ڈھانپ دیتا۔

علامہ السید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ”ووجدك ضالاً فهدى“ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”لَمَّا رَآهُ اَنَاخَ النَّافَةَ وَارَكَبَهُ مِنْ خَلْفِهِ فَابْتَغَتْ أَنْ تَقُومَ فَارَكَبَهُ اِمَامُهُ فَقَامَتْ فَكَانَتْ النَّافَةُ تَقُولُ يَا اِحْمَقُ هُوَ اِلَا اِمَامٌ كَيْفَ يَقُومُ خَلْفَ الْمُقْتَدَى“

جب ابوطالب نے آپ کو پیچھے سوار کر لیا تو اونٹنی نے چلنے سے انکار کر دیا۔ پھر آپ کو آگے بٹھایا گیا تو اونٹنی نے کہا: اے احمق! وہ (انسانیت کا) امام ہے اس لیے وہ کس طرح مقتدی کے پیچھے کھڑا ہو۔

فائدہ:- اس واقعہ سے یہ بات صاف طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کے بچپن میں ہی جانوروں تک کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ ﷺ اس دنیا میں ابد الابد تک کائنات کے لیے قائد اور امام بن کر تشریف لائے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ بچپن کی کئی بہاریں دیکھ چکے تھے کہ ایک دفعہ بارش نہ ہونے کے باعث مکہ میں قحط پڑ گیا۔ لوگ پریشانی اور بد حالی کا شکار تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بارش کی دعا کے لئے کس کے پاس جائیں تو ایک شخص نے لات کے پاس اور دوسرے نے عزی کے پاس جانے کو کہا۔ ابھی مشورے ہو ہی رہے تھے کہ ایک بوڑھے نے کہا۔ اے لوگو! تم کہاں اُلٹے بھاگے جا رہے ہو

حالانکہ ہمارے درمیان باقیہ ابراہیم اور سلالہ اسمعیل موجود ہے۔ تو اس پر لوگوں نے پوچھا: کیا تمہاری مراد ابوطالب ہیں؟ تو اس نے کہا ”ہاں“ چنانچہ وہ سب اٹھے اور انہوں نے حضرت ابوطالب کے گھر آ کر دستک دی اور کہنے لگے۔

”يَا اَبَا طَالِبِ اقْحِطِ الْوَادِي وَاجْدِبِ الْعِيَالِ فَهَلُمَّ قَاسِطِمْ فُخْرَجِ اَبُو طَالِبٍ وَمَعَهُ غُلَامٌ كَاَنَّهُ شَمْسٌ وَجَنٌ تَجَلَّتْ عَنْهُ سَحَابَةٌ قَتَمَاءٌ حَوْلَهُ اَغِيلْمَةُ فَاخْذَهُ اَبُو طَالِبٍ فَالْصَقَ ظَهْرَهُ بِالْكَعْبَةِ وَلَا ذَا الْغُلَامِ بِالصَّبْعَةِ وَمَا

السماء فزعة فاقبل السحاب من هاهنا وهاهنا واغدق واغدو ذق“
اے ابوطالب! جنگل قحط زد ہو گیا، مردوزن قحط میں مبتلا ہو گئے، پس نکل اور
بارش کی دعا کر۔ پس حضرت ابوطالب باہر نکلے اور آپ کے ساتھ ایک بچہ تھا گویا
کہ وہ چمکتا ہوا سورج تھا جس سے ہلکا سیاہ بادل دور ہو گیا اس کے گرد چھوٹے
چھوٹے لڑکے کھیلتے تھے۔ ابوطالب نے ایک بچے کو پکڑا اور اس کی پشت بیت اللہ
کی دیوار کے ساتھ لگائی تو اس محبوب بچے نے التجاء کے انداز میں آسمان کی طرف
اپنی انگلی سے اشارہ کیا حالانکہ آسمان پر بادل کا ٹکڑا تک نہ تھا، پھر ادھر ادھر سے بادل
آگئے اور شدید بارش ہونے لگی۔

(حصائص الکبریٰ، مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۴۸، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۲۵)
علامہ زرقانی شرح مواہب میں مزید تفصیل سے لکھتے ہیں کہ عرب میں خشک
سالی ہوئی، فصلیں تباہ ہونے لگیں۔ اہل مکہ اپنے سردار ابوطالب کے پاس آئے کہ
چلو رب کعبہ سے بارش طلب کریں۔ ”فخرج ابو طالب معه غلام كانه
شمس وجن“ حضرت ابوطالب کعبہ میں آئے۔ آپ ﷺ بھی کم سن تھے۔
(حضرت) ابوطالب نے آپ کو کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ آپ اس قدر حسین و جمیل
تھے جیسے بادل کا سورج۔ (حضرت) ابوطالب نے ساتھی کوثر کی پشت کعبہ معظمہ
سے لگائی اور آپ ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا۔ آسمان پر بدلی کا نشان تک نہ تھا۔
دفعۃً آسمان پر ابراٹھا اور اس شدت کی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ (حضرت) ابو

طالب اس واقعہ سے بچہ متاثر ہوئے اور ان کی نگاہیں زبان بن کر پکارا نہیں۔

”وابيض يستسقى الغمام بوجهه

ثم اليتامى عصمة للارامل“

وہ نورانی چہرے والا جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت مانگا جاتا ہے
یتیموں کی جائے پناہ اور یتیموں کا نگہبان،

فائدہ: علامہ زرقانی ”كانه شمس وجن“ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

”فان الشمس يوم العتيم حين يتجلى سها بها الرقيق تكون مض
مشرفة مقبولة للناس ليست بمحرقة“

شمس وجن بایں وجہ کہا کہ ابر کے دن رقیق بادل پھٹنے پر آفتاب جب چمکتا ہے
حدت و سوز نہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں میں نہایت مرغوب و محبوب ہوتا ہے۔

بچپن ارابہب کی شہادت

جب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوئی تو حضرت ابوطالب آپ کو
اپنے ساتھ ملک شام لے کر گئے۔ جب آپ بصرہ پہنچے تو بچپن ارابہب جو بہت بڑا
یہودی عالم تھا، نے آپ کی علامات نبوت کو دیکھا تو آپ کا دست مبارک پکڑا اور
کہنے لگا کہ یہ سارے جہاں کا سردار ہے، رب العالمین کا رسول ہے، اللہ اس کو تمام
جہانوں کے لیے رحمت بنائے گا۔ الخ

اس پر قریشی قافلہ والوں نے پوچھا: تو نے کیسے پہچان لیا؟ تو اس نے کہا کہ میں

نے مہربوت سے پہچانا جو ان کے شانے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے۔ پھر اس نے کھانا تیار کر دیا اور کھانے کے لیے لایا تو آپ ﷺ اونٹ چرانے میں مشغول ہو گئے۔ کھانا لانے کے بعد اس نے کہا کہ آپ کو بلا لوتا کہ کھانا کھائیں۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو بادلوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ جوں جوں آپ آگے بڑھتے جاتے بادلوں کا سایہ بھی ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ اپنی جگہ تشریف فرما ہوئے تو درخت نے آپ پر سایہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بحیرانے کہا کہ بتاؤ یہ کس کا بیٹا ہے؟ تو ابوطالب نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر راہب نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آخر الزماں نبی ہے اور ان کی علامتوں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کے والد ان کی ولادت سے قبل وفات پا چکے ہوں گے۔ اس پر ابوطالب نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے۔ تو پھر راہب نے کہا کہ جلدی سے اس کو واپس لے جاؤ اس لئے کہ اگر تم اس کو بصرہ لے گئے تو خطرہ ہے کہ کہیں یہودی اس کو قتل نہ کر دیں۔ چنانچہ ابوطالب آپ کو واپس مکہ لے آئے۔ واپسی پر راہب نے حضور ﷺ کو خشک روٹی اور زیتون کا تیل زادہ دیا۔

ناقہ ابو جہل

حضور ﷺ بچپن شریف میں ایک بار گھر سے نکلے تو پھر گھر تشریف نہ لائے۔ آپ کے متعلقین نے سمجھا کہ حضور گم ہو گئے ہیں، چنانچہ آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک صاحب اونٹنی پر سوار ہو کر حضور کی تلاش کر رہے تھے کہ انہیں حضور ﷺ ایک

درخت کے نیچے استراحت فرما نظر آئے۔ اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضور ﷺ کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور پھر اونٹنی کو جواٹھایا تو اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا، پھر اس نے حضور ﷺ کو اپنے آگے بٹھایا تو اونٹنی اٹھ بیٹھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۶۸)

فائدہ: گویا اونٹنی نے امام الانبیاء کا پیچھے بیٹھنا گوارا نہ کیا، اسے معلوم تھا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور رسولوں کے پیشوا۔ پھر جو پیشوائے رسل ہو وہ پیچھے کیوں بیٹھے۔ شاعر نے لکھا ہے۔

گویا تھی اس اونٹنی کی یہ صدا
بے خبر! سرکار کو آگے بٹھا!
جب تلک آگے نہ بیٹھیں گے نبی
میں قیامت تک نہ اٹھوں گی کبھی

انتباہ: ہمارے حضور ﷺ کو دنیا کی ہر چیز ”رسول اللہ“ جانتی اور مانتی تھی اور مانتی ہے، ہاں مگر جنوں اور انسانوں میں سے جو کافر ہیں وہی اس حقیقت کے منکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دامن مصطفیٰ ﷺ سے دور ہونے والے کو ”شرالدواب“ کا لقب دیا ”کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِنَّ أَشْرَ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ“ (پ ۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۲۲) اسی لئے ہمارے اکابر کتے گدھے وغیرہ کو اس بد بخت انسان سے اچھا سمجھتے ہیں جو صیب خدا ﷺ کا گستاخ ہے۔ (نیز ملاحظہ فرمائیں الانفال ۵۵)

بچپن میں ڈاکوؤں سے مکالمہ

آنحضرت ﷺ کو ابوالحلیہ کے ہاں رونق افروز تھے۔ جب پانچ برس کے ہوئے تو گاؤں کے دوسرے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں جانے لگے۔ صبح جاتے اور شام کو بکریاں لے کر واپس چلے آتے۔ روز اسی طرح ہوتا۔

ایک دن حسب معمول گاؤں کے بچے جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ یکا یک ڈاکو آن پڑے۔ ان کی ڈراؤنی شکلیں اور چمک دار تلواریں دیکھ کر سارے بچے بہم گئے۔ انہیں اور تو کچھ نہ سوچھی ہانپتے کانپتے گاؤں کی طرف بھاگے۔ صرف ایک بچہ ایسا تھا جو نہ ڈرانہ بھاگا اور نہایت اطمینان سے چپ چاپ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ محمد ﷺ اسی بچے کا نام تھا۔

لیرے اور ڈاکو ایک چھوٹے سے بچے کی موجودگی کا کیا خیال کرتے۔ انہوں نے بکریاں ہانک کر اکٹھی کیں اور لے چلے۔

بچہ نہایت جرأت سے بڑھا اور ڈاکوؤں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”یہ بکریاں تمہاری نہیں بلکہ گاؤں والوں کی ہیں۔ انہوں نے ہمارے ساتھ جنگل میں چرنے کو بھیجی ہیں۔ اگر تم ان کو لے جانا چاہتے ہو تو پہلے چل کر گاؤں والوں سے پوچھ لو، وہ کہیں تو تم لے جانا“

ڈاکوؤں کو اس بچے کی ان باتوں پر بے اختیار ہنسی آگئی اور انہوں نے بچے کی ایک نہ سنی اور بکریاں لے کر چلنے لگے۔

بچے نے جب دیکھا کہ ڈاکوؤں نے میری بات نہیں مانی اور بکریاں لے لئے جا رہے ہیں تو وہ بکریوں کے ساتھ آگے بڑھا اور بکریوں کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکوؤں نے کم سن بچے کی اس دلیری کو تعجب کے ساتھ دیکھا اور کہا۔ ہٹ جاؤ ہم یہاں سے بکریاں لے جائیں گے۔

نہیں! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ نہ میں یہاں سے ہٹوں گا اور نہ بکریاں یہاں سے جائیں گی، مجھے مار ڈالو اور بکریاں لے جاؤ۔ جب تک میں زندہ موجود ہوں بکریاں یہیں رہیں گی۔ یہ بچے کا جواب تھا۔

ڈاکو حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔ اتنا چھوٹا سا کمزور بچہ اور ایسا دلیر۔

حیرت اور تعجب کے جذبات لئے ہوئے قزاقوں کا سردار آگے بڑھا۔ اس نے بچے کو پیار کیا اور شفقت کے ساتھ پوچھا۔

”میاں! تم کس کے لڑکے ہو؟“

بچے نے جواب دیا۔

عبدال مطلب کا۔

سارے عرب میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو عبدال مطلب کے نام سے واقف نہ ہو۔ یہ نام سنتے ہی ڈاکو بولا۔

بے شک سردار قریش کے لڑکے کو ایسا ہی بہادر ہونا چاہئے۔ ننھے بہادر! میں

تمہاری دلیری کی قدر کرتا ہوا ان بکریوں کو یہیں چھوڑتا ہوں۔ اب ان کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا مگر یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟
محمد (ﷺ)

بچے نے جواب دیا۔

محمد ﷺ کا دادا واہ کیسا عجیب اور کتنا پیارا نام ہے۔

زباں پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا!!
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے
ڈاکو نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

تمہاری پیشانی کا نور کہہ رہا ہے کہ جب تم بڑے ہو گے تو نہ صرف طائف بلکہ
سارا عرب تمہاری ذات پر فخر کرے گا۔ اچھا ننھے بہادر! سلام
یہ کہتے ہوئے ڈاکو رخصت ہو گئے۔ (حقیقت اسلام لاہور) (مضمون شیخ
اسماعیل پانی پتی) (ماہ جولائی ۵۸ء، ص ۴۱-۴۲)

بچپن میں بابا برتن رضی اللہ عنہ کو طویل العمر بنادیا

تاریخ میں ہے کہ خطہ ہند میں چاند دو ٹکڑے دیکھا گیا لیکن اس وقت بھی اس
خطہ میں اس معجزہ کی تصدیق اسے نصیب ہوئی جس کا ازل سے ستارہ سفید تھا، ان
میں ایک بابا برتن بھی تھے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ بابا برتن بن ساہوگ ساکن تمبرندی
جونواح دہلی میں ایک مقام ہے پیدا ہوئے۔ آپ پہلے ہندوستانی ہیں جنہوں نے

پیغمبر اسلام خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو کر دین اسلام قبول
کیا، جس کے لئے بعد میں حضرت محمد ﷺ نے طول عمر کی دعا کی، جو چھ سو بتیس ۳۲
سال تک دنیا میں زندہ رہے۔

تعارف بابا برتن رضی اللہ عنہ

صاحب قاموس اور مؤرخین اسلام نے کتب و تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے
اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے جلد اول کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں بابا برتن
کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا برتن نے چھ سو
بتیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ۶۷۵ھ میں محمود بن بابا برتن نے خود اپنے باپ
کے تفصیلی حالات اور ان کا ”معجزہ شق القمر“ کا مشاہدہ کرنا، ہندوستان سے بلا و عرب
جانا اور مشرف بہ اسلام ہونا بیان کیا ہے۔ فاضل ادیب صلاح الدین صفوی نے
اپنے تذکرہ میں لکھا ہے اور علامہ شمس الدین بن عبد الرحمن صانع حنفی سے نقل کیا
ہے، انہوں نے قاضی معین سے ۷۳۷ھ میں سنا کہ قاضی نور الدین بیان کرتے ہیں
کہ میرے جد بزرگوار حسن بن محمد نے ذکر کیا کہ مجھ کو ستر حواں برس تھا جب میں
اپنے چچا اور باپ کے ساتھ بسلسلہ تجارت خراسان سے ہندوستان گیا اور ایک مقام
پر ٹھہرا جہاں ایک عمارت تھی، دفعۃً قافلہ میں شور و غل پیدا ہوا، دریافت کیا تو معلوم
ہوا کہ وہ عمارت بابا برتن کی ہے۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے سائے میں
بکثرت لوگ آرام پاسکتے تھے۔ جب ہم اس درخت کے نیچے گئے تو دیکھا کہ بہت

سے لوگ اس درخت کے نیچے جمع ہیں، ہم بھی اسی غول میں داخل ہوئے۔ ہم کو دیکھ کر لوگوں نے جگہ دی۔ جب ہم درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک بہت بڑی زنبیل درخت کی شاخوں میں لٹکی ہوئی دیکھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس زنبیل میں بابا رتن ہیں جنہوں نے رسالت مآب ﷺ کی زیارت کی ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے چھ مرتبہ طول عمر کی دعا کی۔ یہ سن کر ہم نے ان سے کہا کہ زنبیل کو اتار دتا کہ ہم اس شخص کی زبان سے کچھ حالات سنیں۔ تب ایک اور بزرگ نے اس زنبیل کو اتارا۔ زنبیل میں بہت سی روٹی بھری ہوئی تھی۔ جب اس زنبیل کا منہ کھولا گیا تو بابا رتن نمودار ہوئے جس طرح مرغ یا طائر کا بچہ روٹی کے پہل سے نکلتا ہے۔ پھر اس شخص نے بابا رتن کے چہرہ کو کھولا اور ان کے کان سے اپنا منہ لگا کر کہا: جد بزرگوار! یہ لوگ خراسان سے آئے ہیں، ان میں سے اکثر شرفاء اور اولاد پیغمبر ہیں، ان کی خواہش ہے کہ آپ ان سے مفصل بیان کریں کہ آپ نے کیونکر رسول خدا ﷺ کو دیکھا اور حضور ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ یہ سن کر بابا رتن نے ٹھنڈی سانس بھری اور اس طرح زبان فارسی میں تکلم کیا جیسے شہد کی مکھی بھینھاتی ہے۔

بابا رتن کا بیان

میں اپنے باپ کے ساتھ کچھ مال تجارت حجاز لے کر گیا، اس وقت میں جوان تھا، جب مکہ کے قریب پہنچا تو بعض پہاڑوں کے دامن میں دیکھا کہ کثرت بارش سے پانی بہہ رہا ہے، وہیں ایک صاحبزادہ کو دیکھا کہ جن کا چہرہ نہایت نمکین تھا،

رنگ کسی قدر گندم گوں تھا اور دامن کوہ میں اونٹوں کو چرا رہا تھا۔ بارش کا پانی جوان کے اور اونٹوں کے درمیان سے زور سے بہہ رہا تھا۔ اس سے صاحبزادہ کو خوف تھا کہ سیلاب سے نکل کر اونٹوں تک کیسے پہنچوں۔ یہ حال دیکھ کر مجھے معلوم ہوا اور بغیر اس خیال کے میں ان صاحبزادہ کو جانتا پہچانتا اپنی پیٹھ پر سوار کر کے اور سیلاب کو طے کر کے ان کے اونٹوں تک پہنچا دیا۔ جب میں اونٹوں کے نزدیک پہنچ گیا تو میری طرف بنظر شفقت دیکھا اور تین مرتبہ فرمایا ”بارک اللہ فی عمرک۔ بارک اللہ فی عمرک۔ بارک اللہ فی عمرک۔“ میں وہیں ان صاحبزادہ کو چھوڑ کر چلا گیا اور مال تجارت فروخت کر کے وطن واپس آ گیا۔

ظہور معجزہ شق القمر

وطن آنے کے بعد اپنے کاروبار میں لگن ہو گیا، اس پر کچھ زمانہ گزر گیا کہ حجاز کا خیال ہی نہ آیا، ایک شب میں اپنے مکان کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا، دفعۃً کیا دیکھتا ہوں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا مشرق میں غروب ہو گیا اور ایک مغرب میں، ایک ساعت تک تیرہ تاریک رہی، رات اندھیری ہوتی تھی، وہ ٹکڑا جو مشرق میں غروب ہوا تھا اور وہی ٹکڑا جو مغرب میں غروب ہوا تھا دونوں آسمان پر آ کر مل گئے، چاند اپنی اصلی حالت میں ماہ کامل بن گیا۔ میں اس واقعہ سے بڑا حیران تھا اور کوئی سبب اس کا عقل میں نہیں آتا تھا یہاں تک کہ قافلہ ملک عرب سے آیا، اس نے بیان کیا کہ مکہ میں ایک شخص ہاشمی

نے ظہور کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ میں تمام عالم کے واسطے خدا کی طرف سے پیغمبر مقرر ہوں۔ اہل مکہ نے اس دعویٰ کی تصدیق میں مثل دیگر انبیاء کے معجزہ طلب کیا کہ چاند کو حکم دے کہ آسمان پر دو ٹکڑے ہو جائے، ایک مشرق میں غروب ہو، دوسرا مغرب میں، اور پھر دونوں اپنے مقام سے آکر آسمان پر ایک ہو جائے جیسا کہ تھا۔ اس شخص نے بقدرت خدا ایسا کر دکھایا۔ جب مجھ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو میں نہایت مشتاقی زیارت ہوا کہ خود جا کر اس شخص کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں نے سفر کا سامان درست کیا اور کچھ مال تجارت ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور مکہ میں پہنچ کر اس شخص کا پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے مکان اور دولت کدہ کا نشان بتایا۔ میں دروازے پر پہنچا اور اجازت حاصل کر کے داخل حضوری ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ شخص وسط خانہ میں بیٹھا ہوا ہے، چہرہ نورانی چمک رہا ہے اور ریش مبارک سے نور ساطع ہے۔ پہلے سفر میں میں نے جب دیکھا تھا اور اس سفر میں جو میں نے دیکھا تو مطلق نہیں پہچانا کہ یہ وہی صاحبزادے ہیں جن کو میں نے اٹھا کر سیلاب سے باہر نکالا تھا۔ جب میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور مجھے پہچان لیا اور فرمایا ”وعلیک السلام ادن منی“ اس وقت ان کے پاس ایک طبقہ پر از رطب رکھا تھا اور ایک جماعت اصحاب کی گرد بیٹھی ہوئی تھی۔ اور نہایت تعظیم کے ساتھ ان کا احترام کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے دل پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میں آگے نہ بڑھ سکا۔ میری یہ حالت دیکھ کر انہوں نے فرمایا ”میرے

قریب آ۔ پھر انہوں نے فرمایا: کھانے میں موافقت کرنا متقاضیات مروت ہے اور باہم نفاق کا پیدا کرنا بے دینی و زندقتہ ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانے میں رطب کے شریک ہوا۔ وہ اپنے دست مبارک سے رطب اٹھا اٹھا کر مجھے عنایت فرماتے تھے۔ علاوہ اس کے جو میں نے اپنے ہاتھ سے چن چن کر کھائے چھ رطب انہوں نے عنایت فرمائے، پھر میری طرف دیکھ کر تبسم اشارہ فرمایا کہ تُو نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے مطلق یاد نہیں شاید کہ میں نہ ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تُو نے اپنی پیٹھ پر سوار کر کے مجھے سیل رواں سے پار نہیں اتارا تھا اور اونٹوں کی چراگاہ تک نہیں پہنچایا تھا۔ یہ سن کر میں نے پہچانا اور عرض کیا کہ اے جوان خوش روا! بے شک صحیح ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: داہنا ہاتھ بڑھا میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ کر کے ارشاد فرمایا ”اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ“ میں نے اس کو ادا کیا، حضور ﷺ بہت مسرور ہوئے۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ”بارک اللہ فی عمرک“ میں آپ سے رخصت ہوا۔ میرا دل بسبب ملاقات اور بسبب حصول شرف اسلام بہت مسرور تھا۔ حضرت محمد ﷺ کی دعاء کو حق تعالیٰ نے مستجاب فرمایا، اس وقت میری عمر چھ سو برس سے کچھ زیادہ ہے۔ اس بستی میں جتنے لوگ آباد ہیں وہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد ہیں۔ انکے مزید حالات فقیر کی کتاب ”طویل العمر لوگ“ میں پڑھئے۔

بچوں سے خوش طبعی

نبی پاک ﷺ کے بچپن کا دور گزرا تو اعلان نبوت کے بعد بچپن کی اچھی باتیں بچوں کیلئے اچھی تھیں وہ آپ نے اپنی شریعت میں داخل فرمائیں، منجملہ ان کے بچوں سے خوش طبعی بھی ہے۔ چند روایات و حکایات حاضر ہیں۔

(۱) نبی پاک ﷺ بچوں پر بہت شفقت فرماتے، ان سے محبت کرتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کو پیار کرتے، اور ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔

(۲) بچے قریب آتے تو ان کو گود میں لے لیتے۔ بڑی محبت سے ان کو کھلاتے۔ کبھی بچہ کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے تو بچہ خوش ہوتا اور بہلتا۔ کبھی لیٹے ہوتے تو اپنے قدموں کے اندر کے تلوؤں پر بچہ کو بٹھا لیتے۔ کبھی سینہ اطہر پر بچہ کو بٹھا لیتے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ”يَا ذُنَيْنِ“ یعنی اے دوکانوں والے کہہ کر پکارتے۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب المزاج دوسری فصل) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی تھے ابو عمیر نامی، انہوں نے ایک لال یا مولیٰ پال رکھا تھا۔ ایک روز وہ مر گیا ابو عمیر اس کے رنج میں غمگین بیٹھے تھے۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب المزاج، پہلی فصل)

حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور جب ان کو مولے کے غم میں رنجیدہ دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

”يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النَّعِيرُ“ یعنی اے ابو عمیر! یہ تمہارے مولے نے کیا کیا

(یعنی تمہارا لال کیا ہوا)

(۴) اگر کئی بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اور آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ بھئی تم سب دوڑ کر ہمارے پاس آؤ، جو بچہ ہم کو سب سے پہلے چھو لے گا، ہم اس کو یہ اور یہ دیں گے۔

بچے بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس آتے۔ کوئی آپ ﷺ کے پیٹ مبارک پر گرنا اور کوئی سینہ اطہر پر، آپ ﷺ ان کو سینہ مبارک سے لگاتے اور پیار کرتے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ کو ایک انگوروں کا خوشہ دیا اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کو دے آؤ۔ میں وہ لے کر چلا، راستہ میں میرا دل اس کو کھانے کو چاہا اور میں اُسے کھا گیا۔ میری والدہ حضور اکرم ﷺ سے ملیں تو خوشہ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کو انگوروں کا خوشہ پہنچ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ تو میری والدہ اور حضور اکرم ﷺ سمجھ گئے کہ میں اس کو راستہ میں کھا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ جب مجھ سے راستہ میں ملتے تو میرا کان پکڑ کر فرماتے۔ ”یا عنذر یا عنذر“ یعنی اودھو کے باز، اودھو کے باز۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

اگرچہ حضور نبی پاک ﷺ شہ لولاک ﷺ کی مجالس میں وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضا ہر وقت قائم رہتی، یہاں تک کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب بیٹھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے

بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنیٰ سی حرکت سے اڑ جائیں گے۔ مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ کی خوش طبعی ان متبرک صحبتوں کو اور بھی خوشگوار بنادیتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اگر ایک طرف پیغمبر خدا کی حیثیت سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہے تو دوسری طرف آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک بے تکلف رفیق اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔ اگرچہ زیادہ تر اوقات میں آپ کی مجلس ایک دینی درس گاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تاہم کچھ دیر کے لئے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی، جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں۔ گھربار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے۔ غرض بے تکلفی سے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں گفتگو کرتے۔

آپ کی ظرافت کس طرح کی تھی اس کی تشریح کی اس لئے ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریے بدل چکے ہیں۔ تخیل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے۔ ہر چیز میں ہم اعتدال کو کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم سنجیدہ اور متین ہنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی و ظرافت ہم سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار سامنے رکھنا ہے۔ آپ کی ظرافت کی تعریف آپ ہی کی زبان مبارک سے سن لیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے تعجب سے پوچھا کہ آپ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں بے شک، مگر میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے۔

اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کل مذاق وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن و تشنیع، بے جا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔ اب میں آنحضرت ﷺ کی ظرافت کے چند واقعات قلمبند کرتا ہوں کہ جن کے تحت ہم ظرافت کا صحیح تخیل قائم کر سکیں۔ اسی طرح اس کے بعد آنے والے بیان (بچوں کے ساتھ محبت) میں بھی مجھے صرف واقعات ہی بیان کرنا پڑیں گے جن سے ہمیں یہ اندازہ ہو سکے گا کہ آپ کا صحابہ کے ساتھ محبت کا کیا طریقہ تھا۔

فائدہ: اس کے متعلق متعدد واقعات فقیر کی تصنیف ”اسلامی ہنسی مذاق“ میں ہیں چند نمونے یہاں بھی حاضر ہیں۔

(۱) ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سواری کے لئے درخواست کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

میں تم کو سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہوا، کیونکہ اونٹنی کا بچہ سواری کا کام کب دے سکتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔

(مشکوٰۃ باب المزاح دوسری فصل، ترمذی، ابوداؤد)

(۲) ایک مرتبہ ایک بڑھیا خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت نصیب کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بوزھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی“ یہ فرما کر آپ ﷺ نے ہنسا کے لئے تشریف

لے گئے۔ بڑھیا نے حضور اکرم ﷺ کے الفاظ سنتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب سے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، یہ بڑھیا رو رہی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب المزاج دوسری فصل)

(۳) نبی پاک ﷺ کے ایک دیہاتی زاہر نامی دوست تھے جو اکثر آپ ﷺ کو ہدیے بھیج کرتے تھے۔ ایک روز بازار میں وہ اپنی کوئی چیز بیچ رہے تھے۔ اتفاق سے حضور اکرم ﷺ ادھر تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھا تو بطور خوش طبعی چپکے سے پیچھے سے جا کر ان کو گود میں اٹھالیا اور بطور نظرافت آواز لگائی کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے۔ زاہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، کون ہے؟ مڑ کر دیکھا تو سرور عالم ﷺ تھے۔ حضرت زاہر نے کہا کہ ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا، نقصان اٹھائیگا۔“ (مشکوٰۃ باب المزاج دوسری فصل)

مزید مزاحیہ باتیں فقر کے رسالہ ”اسلامی ہنسی مذاق“ میں پڑھئے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

میلاد مصطفیٰ ﷺ

﴿مصنف﴾

جگر گوشہ حضور غوث الاعظم ﷺ

حضرت علامہ سید محمد حبیب اللہ قادری البھیلانی (رشید پادشاہ) رحمۃ اللہ
سابق امیر جامعہ نظامیہ و مدرّج دائرۃ المعارف العشادیہ حیدرآباد دکن

﴿ناشر﴾

اویسی بُک سٹال

مختصر تعارف

جگر گوشہ حضور غوث الاعظم ﷺ

حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری البجلانی (رشید پادشاہ) ﷺ

سابق امیر جامعہ نظامیہ و مدرسہ دارالعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن

زندہ قوم میں اسلاف کو فراموش نہیں کرتیں بلکہ اُن کے شاعر ماضی کو مشعل راہ بنا کر اپنے حال کی راہ گزر کو روشن رکھتی ہیں اُن کے یہ کارنامے نئی نسل کو عزم و استقلال، جرأت و ہمت، دعوت و عزیمت کا سبق دے کر قول و عمل میں اخلاص، ارادوں میں استقامت، کردار میں بلندی اور نقطہ نظر میں آفاقیت پیدا کرتے ہیں۔ اُن کے پیغام کی ہمہ گیری سے ظلمتوں کے پردے چاک ہوتے ہیں اور نئی نسلوں کو حیات نو حاصل ہوتی ہے۔

جگر گوشہ حضور غوث الاعظم ﷺ حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری البجلانی (رشید پادشاہ) ﷺ سابق امیر جامعہ نظامیہ و مدرسہ دارالعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن کا شمار عالمی سطح کی ایسی ہی شخصیتوں اور علماء ربانی میں ہوتا ہے کہ تاریخ کے کئی نازک مرحلوں پر مسلمانوں کی بقاء جن کی کاوشوں کی رہنمائی ہے۔ حضرت مددِ روح بیک وقت عالم باعمل، مربی و معلم، مفکر و مدبر، محقق و مصنف، ادیب و خطیب، داعی و مبلغ، واعظ و ناصح، عابد و زاہد، صوفی و مجاہد، عاشق الہی، محب رسول اور سیادت و قیادت کا ایسا پیکر جمیل تھے جن کی صورت و سیرت سے عالمانہ و صوفیانہ شکوہ کا اظہار ہوتا۔ آپ ﷺ نے نصف صدی سے زائد علم و عرفان کے افق کو روشن رکھا اور بین الاقوامی ادارہ تحقیق دارالعارف العثمانیہ سوا سو سالہ قدیم ازہر ہند جامعہ نظامیہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، مدرسہ مجلس علماء دکن، رویت ہلال کشی کے ذریعہ مسلمانان ہند میں دینی، فکری، اخلاقی اور تعلیمی بیداری کی بانگ درا دی اور اپنی ناقابل فراموش خدمات کے نقوش ثبت کر کے ”عجلالہ اعلم“ کا لقب پایا۔

آپ ﷺ یکم شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ / ۲۶ جون ۱۹۱۳ء کو ایک سادات اور علمی گھرانے

میں تولد ہوئے۔ آپ ﷺ کا خانوادہ علوم شریعت و معرفت کا گہوارہ تھا۔ جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی صداکیں گونجتی تھیں۔ آپ ﷺ کے والد محترم کا نام مبارک حضرت میراں سید شاہ محمد پیر پادشاہ قادری قدس اللہ سرہ العزیز ہے

والد ماجد کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے برادر اکبر فرید العصر، حقائق آگاہ، حضرت سید شاہ محمد فرید پادشاہ قادری (سجادہ نشین درگاہ شریف واقع کشن باغ) نے سرپرستی فرمائی۔

آپ ﷺ کے والد ماجد نے جب داعی اجل کو لبیک کہا اور راضی ملک بچا ہوئے تو مادر مہربان نے آپ کی تعلیم کے ساتھ تربیت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا چونکہ وہ خود صالحہ تھیں اسی لئے آپ ﷺ کے اندر ایمانی جذبات کو ابھارتے ہوئے دل و دماغ کی پوری طرح حفاظت و نگہداشت فرمایا کرتیں تاکہ کوئی غیر اسلامی نقش آپ کے ذہن پر مرتسم نہ ہو۔

حضرت عجلالہ اعلم ﷺ کی والدہ محترمہ نے آپ ﷺ کو اعلیٰ تعلیم دلوانے میں مکمل کوشش کی۔ آپ ﷺ کو گیارہ سال کی عمر ۱۹۲۳ء میں جامعہ نظامیہ میں داخل کر دیا گیا۔

تعارف جامعہ نظامیہ:..... جامعہ نظامیہ ۱۳۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں قائم کیا گیا یہ مدرسہ ایک ایسا بیخ علم و فن تھا کہ پورے مملکت آصفیہ (نظام اسٹیٹ) میں اُس وقت اس معیار کا کوئی اور مدرسہ نہ تھا اُس دور کے علماء و فضلاء کی تقبلی بھی اسی جامعہ نظامیہ میں حاضر ہونے کے بعد ہی سیراب ہوتی تھی۔ شیخ الاسلام حضرت ابوالبرکات محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز اس کے بانی مہانی ہیں اسلامی درس گاہوں کی تاریخ میں اس جامعہ کے قیام کا تذکرہ بجا طور پر سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ حضرت عجلالہ اعلم ﷺ نے اس عظیم دانش گاہ میں داخلہ لے کر علم دین کی باقاعدہ تحصیل و تکمیل کا آغاز کیا پھر مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کی درس نظامی کی تکمیل پر سند و ستارہ فضیلت حاصل کی اور حدیث نبوی میں تخصص حاصل کر کے ”کامل الحدیث“ کہلائے۔

اساتذہ کرام:..... حضرت عجلالہ اعلم ﷺ نے جن اساتذہ کرام سے اکتساب علم و فن کیا وہ علوم و فنون کے ماہر، شفقت و مروت کے علاوہ تقویٰ و پرہیزگاری کا پیکر تھے جن سینوں نے اپنے علوم کو حضرت عجلالہ اعلم ﷺ کے سینہ میں منتقل کر کے انہیں میراث نبوت کا حامل بنایا اُن میں آپ کے والد گرامی حضرت سید شاہ محمد پیر پادشاہ قادری ﷺ کے علاوہ فقیر دکن حضرت مولانا سید محمود شاہ المعروف بہ ابوالوفاء الانفغانی (وصال ۱۹۷۵ء) خطیب شہیر عالم کبیر حضرت

مولانا حاجی محمد منیر الدین (وصال ۱۴۰۷ھ) محدث جلیل حضرت مولانا حکیم محمد حسین مفتی صدارت العالیہ حضرت علامہ مفتی محمد رحیم الدین (وصال ۱۹۷۰ء) استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمید (وصال ۱۳۹۷ھ) حضرت علامہ مفتی محمد دوم بیگ (وصال ۱۹۵۶ء) واعظ قوم حضرت علامہ مفتی سید محمود کان اللہ (وصال ۱۹۷۰ء) وغیرہم شامل ہیں۔

آپ ﷺ نے تفسیر حدیث فقہ منطق فلسفہ کلام مناظرہ صرف نحو ادب لغت سیرت النبی ﷺ تاریخ سیر بلاغت معانی عروض فتویٰ نویسی اصول تفسیر اصول حدیث اصول فقہ کی تحصیل کی اور فرط ذکاوت تیزی ذہن قوت حافظہ اور سرعت ادراک میں اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گئے۔ انہیں اساتذہ کرام کی نظر کیماہ اثر کا فیضان ہے کہ آپ کو "علاء العلم والعمل" سے یاد کیا جاتا ہے اور کیا جائے گا۔

بیعت و خلافت:..... حضرت علاء العلم ﷺ نے اپنے والد گرامی شیخ طریقت حضرت سید شاہ محمد پیر بادشاہ قادری ﷺ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ میں بیعت کی۔ اس کے بعد اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے۔ آپ ﷺ سے فیض حاصل کرنے والوں میں عوام کے علاوہ ڈاکٹر، انجینئر، وکلاء، علماء، طلباء، امراء، فضلاء، سبھی شامل ہیں۔ آپ ﷺ کے شاگرد و ارادتمند دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

عادات:..... آپ ﷺ نے اپنے والد گرامی کی طرح ساری زندگی میں مذہب پسندی، مستقل مزاجی، حق گوئی و بے باکی اور سلوک کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا۔

درس و تدریس:..... آپ ﷺ نے چالیس سال درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا کبھی مدرسے میں، کبھی مسجد میں، جامعہ نظامیہ میں بھی آپ نے کئی سال حدیث کی انصاٹ الکتب کا یادگار درس دیا، اس کے علاوہ دولت کدہ پر بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ صبح سے شام تک جاری رہا کرتا تھا، جہاں دیگر طلباء کے علاوہ معزز علماء و مشائخ کے صاحبزادگان بھی آپ سے اکتساب علم و فن کیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے سنت نبوی ﷺ کو اپناتے ہوئے شادی بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیٹے بیٹیوں کی دولت سے بھی نوازا۔

تصنیف و تالیف:..... دینی انکار کی حفاظت اور مذہبی اقدار کی مدافعت کے لئے

حضرت علاء العلم ﷺ کی تصنیفات بے مثال ہیں جو آپ کی علمیت، تحقیق و تدوین کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ بلاشبہ ان کتابوں کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ شریعت و طریقت کے ناؤں کو فرق کو بتانے اور سلوک کے طریقے اُجاگر کرنے کے ساتھ ہی ادبی و علمی حیثیت سے بھی بلیغانہ شان رکھتی ہیں جو آپ کے عربی، اردو ادب میں کمال و رسوخ کی گواہ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں قرآن و حدیث کے حوالے ملتے ہیں یا سلف صالحین کے اقوال جو آپ کے حسن عقیدت کے مظہر ہیں۔

فہرست تصنیفات و تالیفات، مقالات و تراجم، شروحات و حواشی

| نام کتاب | موضوع زبان |
|--|------------|
| مقدمہ تفسیر ربانی | تفسیر اردو |
| سمیل الرشاد | حدیث ایضاً |
| تشریح حدیث اول مشکاة المصابیح | حدیث ایضاً |
| حاشیہ الادب المفرد | حدیث ایضاً |
| فلسفہ الادب المفرد | حدیث ایضاً |
| فلسفہ زکوٰۃ اور مسائل حاضریہ | فقہ ایضاً |
| روحیت ہلال کی تحقیق اور عصری آلات سے استفادہ | فقہ ایضاً |
| مطلقہ کی عدت و نفقہ اور سپریم کورٹ کا فیصلہ | فقہ ایضاً |
| آل محمد کی شان و شوکت اور مال زکوٰۃ میں ان کا حصہ | فقہ ایضاً |
| بنی ہاشم و سادات اور زکوٰۃ و صدقات | فقہ ایضاً |
| تین طلاق دینے کے باوجود کیا ایک ہی طلاق واقع ہوگی؟ | فقہ ایضاً |
| بینک انٹرسٹ | فقہ ایضاً |
| سورج گہن اس کے اسباب، غل و اغراض و مقاصد | فقہ ایضاً |
| ہابری مسجد سے متعلق دوج بندی اور جامعہ نظامیہ کے لئے اور ان کی تحقیق | فقہ ایضاً |
| جامع مسجد صراف بازار راجپور کے متعلق دارالعلوم حیدر آباد | فقہ ایضاً |
| اور جامعہ نظامیہ کے فتاویٰ کی شرعی تحقیق | فقہ ایضاً |

اپنی جائے پیدائش وطن سے ٹیکرےاں محبت ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی شخصیت اسی مٹی سے اُٹھی اور اُبھرتی ہے اسی طرح ایک طالب علم کے لئے اس کا مدرسہ وطن علمی ہوتا ہے جہاں اس کی روح و قلب سنورتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے درود یار سے ایک رشتہ محبت استوار ہو جاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
میریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

حضرت عبداللہ العلم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنی مادر علمی اور اس کے بانی مہانی شیخ الاسلام حضرت محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی جس کا اظہار آپ نے اپنی تقریروں و تحریروں میں جا بجا فرمایا ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں آپ کا یہ انداز محبت پسند آیا اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی کشش کے ذریعہ مادر علمی کی خدمت کا زریں موقع ہاتھ آیا۔ چنانچہ ۱۹۷۶ء میں دائرہ المعارف کی خدمات سے سبکدوش ہونے کے بعد حضرت عبداللہ العلم رحمۃ اللہ علیہ نے مادر عالیہ جامعہ نظامیہ میں بحیثیت شیخ الجامعہ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۱ء اور بحیثیت امیر جامعہ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۳ء تک بے لوث و یادگار خدمات انجام دے کر جامعہ کے دورِ اَوَّل کی یاد تازہ کر دی۔

سفر حج بیت اللہ زیارت نبوی ﷺ کو مقامات مقدسہ:..... حضرت عبداللہ العلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مصروف ترین حیات میں دوسرے حج و زیارت نبوی ﷺ سے بھی مشرف ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں پہلی مرتبہ ۱۹۷۹ء میں دوسری مرتبہ ۱۹۷۶ء اور ۱۹۸۷ء میں عمرہ کی ادائیگی کے علاوہ عراق، نجف اشرف، نین اور امریکہ کا سفر بھی کیا جہاں آپ کے علمی و تحقیقی مباحث و خطابات بھی ہوئے۔ اسی دوران سینکڑوں اصحاب نے آپ سے علمی و روحانی استفادہ بھی کیا۔ وفاتِ حسرت آیات:..... حضرت عبداللہ العلم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ فضل خداوندی ۸۷ سال کی عمر طویل پائی۔ ۱۹۹۸ء کے اوائل میں آپ کی طبیعت میں ناسازی نے طول پکڑا اور ”مریضِ عشق پر رحمتِ خدا کی“ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ کے بمصدق آپ کی علامات شدت اختیار کرتی گئی اس کے بعد آپ کو دوشہور ہاسپٹل میں شریک کیا گیا جہاں آپ کا علاج و معالجہ جاری رہا کچھ عرصہ بعد آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی بالآخر ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ/

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ صبح دس بجے علم و عمل اور رشد و ہدایت کا یہ چراغ گل ہو گیا..... اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مگر اس چراغ نے علم فن کے جو سینکڑوں چراغ روشن کر دیئے ان کی روشنی فضا اور ماحول دونوں کو منور رکھے گی۔

دل اپنی طلب میں صادق تھا بے تاب سوئے مطلوب گیا

دریا سے یہ موتی نکلا تھا دریا ہی میں جا کر ڈوب گیا

نماز جنازہ و تدفین:..... ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۸ء نماز جنازہ بعد ظہر تاریخی مکہ مسجد میں ادا کی گئی خلف اکبر و جانشین مولانا سید شاہ بدر الدین قادری البیلانی نے نماز جنازہ پڑھائی ہزاروں مریدین و معتقدین نے نماز جنازہ میں شرکت کی تقریباً دو گھنٹوں تک آخری دیدار کرایا گیا۔ نماز ظہر خطیب مکہ مسجد مولانا عبداللہ قریشی الازہری نے پڑھائی۔ جلوس جنازہ مکہ مسجد سے دوپہر اڑھائی بجے نکلا اور براہِ لارڈ بازار چوک حسینی علم سے ہوتا ہوا احاطہ درگاہ حضرت موسیٰ قادری پانچواں جہاں حضرت عبداللہ العلم رشید پادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے جسدِ خاکی کو بادیہ نم سپردِ لحد کیا گیا۔

راقم الحروف نے ۲۰۰۸ء-۰۱-۰۳ کو ایک کتاب ”عبداللہ العلم“ خریدی جو کہ عبداللہ العلم حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری البیلانی (رشید پادشاہ) رحمۃ اللہ علیہ کی حیات علمی و تحقیقی کتب اور مضامین پر مشتمل ہے اور بڑے سائز کے تقریباً پونے چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی بھی اسی کتاب سے اخذ کئے گئے ہیں۔

اس کتاب ”عبداللہ العلم“ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جو مضامین اور کتابیں درج ہیں ان کی تعداد تقریباً چھ بیس (۲۶) ہے شائقین کتب کے ذوق کے لئے ان کے نام پیش خدمت ہیں۔ (۱) مقدمہ تفسیر ربانی (۲) لکھ زکوٰۃ اور مسائل حاضرہ (۳) مطلق کی عدت و نفقہ اور سپریم کورٹ کا فیصلہ (۴) بنی ہاشم و سادات اور زکوٰۃ و صدقات (۵) تین طلاق دینے کے باوجود کیا ایک ہی طلاق واقع ہوگی؟ (۶) بینک انٹرسٹ (۷) انسانِ کامل (۸) حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (۹) عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱۰) حدیث الرشید للنفی المرید (۱۱) ارشاد الرشید (۱۲) عقائد ابن تیمیہ اور اعمالِ بزیہ (۱۳) قومی یکجہتی اور عصرِ جدید کے نئے نئے فتنے (۱۴) انجمِ اقبال (۱۵) استمداد و استعانت (۱۶) حیدر آباد کے فسادات اور اس کے وجوہ و اسباب (۱۷) مدبر

”الرسالہ“ کا خواب اور اس کی تعبیر (۱۸) اہل عرب پر نزول قرآن کا اثر (۱۹) سعودیہ میں ملازمت سے متعلق شرعی وضاحت (۲۰) اصطلاحات الحمد ثین (۲۱) میلاد مبارکہ (۲۲) واقعہ کر بلا پر ایک محققانہ نظر (۲۳) شرفِ نسب (۲۴) بدعقیدہ گستاخ مقرر پالنہ جی کی تقریر کا رد (۲۵) شتمِ نبوت کی حقیقت ایمانی نقطہ نظر سے (۲۶) بشار الخیرات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ اسی مجموعے میں سے آپ ﷺ کی کتاب ”عید میلاد النبی ﷺ“ اور دو مضمون ”حقیقت محمدی ﷺ“ اور ”بشار الخیرات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ“ کو عوام و خواص کی بھلائی کے لئے ”میلاد مصطفیٰ ﷺ“ کے عنوان سے زیور طباعت سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد دکن میں کئی بار چھپ چکی ہے اور وہاں کے مقامی اخبارات میں اس پر تبصرے بھی شائع ہو چکے ہیں، اُن تبصروں کے دو اقتباس بھی شامل کتاب ہیں۔ اس کی تسهیل و ترجمین اور ترتیب جدید کی سعادت راقم الحروف کے حصے میں آئی، پروف ریڈنگ راقم سمیت حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری، بی ایس سی... بی ایڈ... ایم اے... اردو... پنجابی... تاریخ (آف کاموگی) نے فرمائی۔ قرآنی آیات کا ترجمہ اعراب اور حوالے بھی لگا دیئے گئے، مشکل الفاظ کے معانی کو بھی آسان الفاظ کا پیرا ہن پہنانے کی کوشش کی گئی ہے، قاری اشعار کے ترجمے کی سعادت اپنے محترم والمقام محمد ظہیر خاں صاحب (آف ایمین آباد شہر) کے حصے میں آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے اس کتاب کو مصنف، معاونین، ناشر سمیت ہم سب کے لئے صدقہ جاریہ اور آخرت کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے نیز حضور پر نور ﷺ کے در اندس کی بار بار مقبول حاضری اور شفاعت اخروی کی سعادت سے مالا مال فرمائے اور اتباعِ سنت کے ساتھ باقی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین ثمین..... بجا وسید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ریاست علی مجددی

۱۶ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

﴿میلاد مصطفیٰ ﷺ﴾

حقیقت محمدی ﷺ

(حب نبوی ﷺ کا جزء ایمان ہونا بلکہ اصل ایمان عرفان و محبت اور عشق و فدائیت کی شان، حسن صورت میں بے مثال و لا جواب اور سیرت و اخلاق میں قرآن اتباع نبوی ﷺ پر محبوبیت کا اعلان، حب آل نبی ﷺ کا فیضان)

اسلام کا بنیادی اصول حبیب پاک ﷺ کی محبت و اتباع ہے۔ بزرگان دین کی تبلیغ اور اُن کے مواعظِ حسنہ میں حب نبوی ﷺ ہر ہی ہمیشہ سے زور دیا جاتا رہا ہے اور یہی ایک ایمان کی جان ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ہے مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باد نرسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ:- جو مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہیں یعنی آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں دین اُن کا ہے اگر آپ ﷺ کے ساتھ محبت نہیں کرتے تو وہ ابولہب جیسے ہیں۔

حضور انور ﷺ ہمہ تن جان پاک ہیں اور آپ ﷺ کا جسم اطہر ہماری روحوں سے بھی لیلیف تر۔ حضرت علامہ جامیؒ نے فدائیت کے والہانہ جذبہ کے ساتھ بدن پاک کی اسی لطافت و پاکیزگی کا اظہار قسم کھاتے ہوئے اپنے منظوم کلام میں اس طرح فرمایا ہے۔

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں

واللہ زجاں ہم پاکتر روحی فداک اے نازنیں

ترجمہ:- آپ ﷺ کا وجود مبارک مکمل طور پر پاک ہے اے دیکھنے والے اللہ کی قسم! آپ ﷺ کی جان پر ہماری پاکتر روحمیں بھی فدا ہیں۔

جسمانی لطافت کے سلسلہ میں ”حضور ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا“ کا جس حدیث شریف سے استدلال کیا جاتا ہے اس پر بعض نے کلام کیا تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث کی تائید تو خود قرآن کریم کی اس آیت شریفہ سے ہوتی ہے.....

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ ﴿پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵﴾

ترجمہ:- بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی محمد ﷺ) آگیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو نور کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔ قرآن پاک کے اس واضح بیان سے حقیقت محمدی ﷺ کا انکشاف ہو رہا ہے۔

(پ ۱۸ سورۃ نور آیت شریف ۱۲) ”لَوْ لَا اَنْفُسُكُمْ مَوْتًا ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِانْفُسِهِمْ خَيْرًا“ وَ قَالُوا هَذَا اِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰﴾ (ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے میں نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا (جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی نے ”تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص ۴۹۴ مطبوعہ بیروت“ میں حدیث افک یعنی ام المومنین پر بہتان تراشی کے قصہ کے سلسلہ میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا ”آپ کا سایہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس لئے نہیں ڈالا کہ کہیں کوئی شخص اس سایہ پر اپنا قدم نہ رکھ دے اور جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے سایہ پر قدم رکھنے کا کسی کو موقعہ تک نہ دیا ہو تو کیا پھر وہ کسی کو آپ ﷺ کے حرم کی بے حرمتی کا موقعہ دے گا (نہیں)۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جسد اطہر پر کبھی نہ بیٹھنے سے استدلال کر کے منافقین کی تکذیب و تردید کی اور حضور ﷺ کو تسلی دی تھی۔ مولانا علی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسی ہی روایت

”تفسیر مدارک“ میں بیان کی گئی ہے۔ (جو شریک نصاب مولوی فاضل جامعہ نظامیہ ہے) دین اسلام میں ایمان کے ساتھ عمل کی ضرورت بھی ایک امر مسلم ہے اور اسکی اہمیت سے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر عمل کا سوال ایمان کے بعد کا ہے اور حب نبوی ﷺ داخل ایمان و جزء ایمان ہے۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث شریف ہے شیخین رحمہما اللہ امام بخاری و امام مسلم نے اپنی اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ تک یہ روایت پہنچائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے پاس زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس کے والد و اولاد اور تمام لوگوں سے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حب نبوی ﷺ سب پر مقدم ہے۔ اصول و فروع (ماں باپ) اور دیگر تمام دوست احباب اعزہ و اقرباء سے بڑھ کر ایمان کے لئے حبیب پاک ﷺ کی محبت درکار ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے دل میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی محبت ضرور ہے مگر اپنے نفس کی محبت زائد پاتا ہوں تو ارشاد ہوا کہ ابھی تم مومن نہیں ہوئے اس کے بعد جب دست مبارک اُن کے سینہ پر رکھا تو کایا پلٹ دی دل کی کیفیت بدل گئی اور حب نبوی ﷺ سے قلب معمور ہو گیا۔ عرض کیا کہ اب میں آپ ﷺ کی محبت اپنے نفس سے بھی زائد پاتا ہوں۔ ارشاد ہوا اب تم مومن ہوئے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ملتا ہے.....

”مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ“ ﴿پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۰﴾

ترجمہ:- اہل مدینہ کو اور جو اُن کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں اُن کو شایاں نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔

اعمالِ حسنہ در حقیقت اسی کی شاخ ہیں بلکہ اسکا ثمرہ و نتیجہ ہیں۔ حسنِ خاتمہ کا دار و مدار بھی محبتِ رسول ﷺ پر ہے اور عاقبت و آخرت کی ساری بھلائی و خیر و خوبی حبِ نبوی ﷺ پر موقوف ہے۔

سچ ہے عمل ہی قبر کا سرمایہ ہے مگر

افضل ہے ہر عمل سے محبتِ رسول ﷺ کی

استاذِ جلیل ﷺ نے بھی اسی طرح حشر کے بارے میں فرمایا ہے.....

اصل میں حبِ نبی ﷺ حشر میں کام آئی جلیل

کام اس وقت میں نہ زہد آیا نہ تقویٰ آیا

انسانی خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت محبت ہے۔ فرشتے بھی اس سے محروم ہیں، قلبِ مومن جو مرکزِ محبت ہے نہ صرف محلِ ایمان ہے بلکہ جلوہ گاہِ حق بھی ہے، بلحاظِ حالات محبت میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے، انتہائے محبت کا نام عشق ہے جس کا ظہور فدائیت کی صورت میں ہوا کرتا ہے، محبت کرنے والا اس مقام تک اگر پہنچ جائے تو اپنے محبوب پر سے نہ صرف مال و متاع کو بلکہ خود اپنے آپ کو اصول و فروع یعنی ماں باپ کو، آل و اولاد سب کو قربان کر دیتا ہے۔ جیسا کہ احادیثِ شریفہ میں ”ہل نفدلتک یا رسول اللہ ہاہنا واماہا تذابہا موالنا واہلنا وانفسنا“ اصحابِ کرام کی پیشکش کے اندر فدائیت کی مذکورہ بالا پوری صراحتیں پائی جاتی ہیں۔

چمنے کہ تا قیامت گل او بہار ادا

صحے کہ بر جہاںش دو جہاں نثار دوا

ترجمہ:- چمن میں قیامت تک ہمیشہ پھول کھلتے رہیں گے اور بہار آتی جاتی رہے گی ایسے کہ جس کے حسن پر دو جہاں نثار کر دیئے جائیں۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مثال ہمیشہ تروتازہ رہنے والے چمنستان کی سی ہے اسی لئے

آپ ﷺ کے حسن پر دو جہاں نثار ہونے کو تیار رہتے ہیں) آقائے نامدار ﷺ پر سے اپنے آپ کو قربان و فدا کر دینے کی تعبیر سلوک میں فتانی الرسول سے کی جاتی ہے اس کے بعد فتانی اللہ کی آخری نوبت آتی ہے جو بھلا اللہ کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

تو مہاشِ اصلا کمال نیست و بس

رو درد گم شو وصال نیست و بس

ترجمہ:- حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کے بغیر تم ہرگز مکمل نہیں ہو سکتے اگر آپ ﷺ کی محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں رونے سے تکلیف جاتی رہے وصال یہ نہیں ہے اور بس۔

اطاعت و اتباع سب بعد کی باتیں ہیں مرتبہ محبت ان سے پہلے ہے اور معرفت و شناخت تو محبت پر بھی مقدم ہے لہذا معرفتِ رسول کی جانب توجہ پہلے مبذول کرائی جاتی ہے۔ عرفانِ رسول کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان اصحابِ کرام کی تعریف فرمائی ہے جو پہلے اہل کتاب تھے۔ علمائے یہود و نصاریٰ اپنے بیٹوں کو جیسے پہچانتے تھے ویسے ہی نبی آخر الزماں ﷺ کو پہچانتے تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے.....

”الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ“

﴿پہلے ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۷۶﴾

ترجمہ:- جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انہیں جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔

احبارِ یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے دریافت کیا کہ آئیہ ”یعرفون“ میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی کیا شان ہے۔ انھوں نے فرمایا: اے عمر! میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا اور حضور ﷺ کو میرا پہچانا اپنے بیٹوں کو پہچاننے سے بدرجہ اتم و اکمل

(سب سے اچھا و بھلا) ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیسے؟ انھوں نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف ہماری کتاب تورات میں بیان فرمادیئے ہیں۔ ایسا یقین بیٹے کی طرف سے کس طرح ہوا۔ عورتوں کا حال ایسا قطعی کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کا سر چوم لیا۔ یہ تھی قرآنی شہادت دربارہ معرفت رسول ﷺ۔ دربارہ نبوی ﷺ کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے الہامی کلام میں (جنہیں حضور ﷺ کی دُعاؤں سے روح القدس کی تائید حاصل ہوا کرتی تھی) عرفان نبی ﷺ کے انوار اس طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرْكَطْ عَمِيئُ
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ الْقِسَاءُ
خُلِقْتَ مُبْرَأً أَمِنْ كُلِّ عَمَبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:- اور میری آنکھ نے آپ سے زیادہ اچھا کسی کو نہیں دیکھا اور عورتوں نے آپ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی کو نہیں جتنا۔ آپ بے عیب ایسے پیدا کئے گئے، گویا کہ آپ خود جیسا چاہتے ویسا پیدا کر دیئے گئے۔

نور مجسم ﷺ کے بے عیب سراپا کے تعلق سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ ایک جامع بیان تھا۔ اب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھی صرف ایک روایت ملاحظہ کیجئے جو انسان کامل ﷺ کی پوری حیات طیبہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ حضور ﷺ کے اخلاق گرامیہ کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے سائل سے پوچھا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھے؟ اُس کے بعد فرمایا ”کَانَ خَلْقَهُ الْعَرَّانُ“ (آپ کے اخلاق یعنی زندگی کا عملی پہلو قرآن تھا) دُنیا میں کسی کو کسی سے جب محبت ہوتی ہے

اُس کے دو ہی اسباب ہوتے ہیں ایک جمال دوسرا کمال۔ حضور پر نور صورت و سیرت کے ان ہر دو اعتبار سے خلق خدا میں لا جواب و بے مثال ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے نور سے ہیں اور ساری کائنات آپ ﷺ کے نور سے۔
”وصلی اللہ علی نور کز و شد نور ہا پیدا“

ہا ایں ہمہ محبت آپ ﷺ سے نہ ہوگی تو پھر کس سے ہوگی۔ ایسے محبوب پر جان و دل سے فدا اگر نہ ہوں گے تو پھر آخر کس پر ہوں گے۔

عرفان نبی ﷺ کے سلسلہ میں بعض ایسے بزرگوں کے بیانات اور پریش کئے گئے ہیں جنہوں نے ایمان کی آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھا تھا۔ لیکن معرفت کے لئے ایسا دیکھنا بھی کوئی شرط لازم نہیں۔ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ جیسے عارف و عاشق کب آپ کو دیکھے تھے۔ آپ طبقہ صحابہ سے نہیں زمرہ تابعین سے ہیں۔ اسی لئے حضرت جابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پاکاں نہ دیدہ روئے تو جاں دادہ اندر کوئے تو
ایک بگرد کوئے تو صد جان پاک اے ناز نہیں

ترجمہ:- مقربوں (بلند مرتبہ عظیم شخصیات) کی شان کو دیکھ کر تمہیں (رونا) حسد نہیں کرنا چاہئے، تیرا نصیب گلی کوچہ کے درمیان ہی ہے۔ (یعنی تیرے قریب ہی ہے) بلکہ تو اپنی قسمت پر شاکر رہ۔ جو تمہارا نصیب ہے وہی تمہارے لئے پاکیزہ تر ہے اے دیکھنے والے۔ الحاصل ترتیب کے لحاظ سے معرفت و شناخت پہلے ہوا کرتی ہے اور اس کے بعد محبت پیدا ہوتی ہے۔ محبت کی انتہا عشق کہلاتی ہے اور عشق کا تقاضہ فدائیت اور قربانی ہوتا ہے۔ محبت پیدا ہو جانے سے محبوب کی اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ ابھرتا ہے۔ فی الواقع اطاعت ثمرہ محبت ہے اور اس کا نتیجہ دعوے محبت کا ثبوت بھی اطاعت سے ملتا ہے۔ محبت اگر دل میں نہ ہو تو اعضاء و جوارح سے فرماں برداری و اطاعت کا

روزنامہ ”سیاست“ کا واقع تبصرہ

روزنامہ سیاست (۲۵ جولائی ۱۹۹۶ء) میں ایک واقع تبصرہ اس کتاب ”عید میلاد النبی ﷺ“ پر شائع ہوا۔ ایک اہم اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

”چند برس قبل تقاریب عید میلاد کے ترک کر دینے کے ایک فتویٰ کے اجراء ہونے کے بعد سے اس موضوع سے متعلق عامۃ المسلمین کی دل چسپی میں بے حد اضافہ ہو گیا اور عام اضطراب پھیل گیا۔ حضرت علامہ سید حبیب اللہ قادری (رشید پادشاہ مدظلہ) سابق امیر جامعہ نظامیہ و موظف صدر صحیح دارالعارف العثمانيہ و معتمد صدر مجلس علمائے دکن نے متعدد اشخاص اور تنظیموں کی خواہش پر اس اہم اور مقدس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک نہایت مدلل جامع اور معلومات آفریں رسالہ بہ عنوان ”عید میلاد النبی ﷺ“ لکھا جو اس موضوع پر نہایت اعلیٰ معیاری حقیقی اور مستند مواد پر مشتمل ہے۔ زیر تبصرہ رسالہ کا دوسرا ایڈیشن پیش نظر ہے جو اردو میں ۶۴ عنوانات کے تحت موضوع سے متعلق ہر پہلو پر ٹھوس اور مستند معلومات پر مبنی مواد فراہم کرتا ہے۔ اس کی تدوین خالص علمی طرز پر کی گئی ہے۔ حضرت مصنف مدظلہ نے اپنے اعلیٰ مزاج کے موافق اس کی تہذیب و ترتیب فرمائی ہے اس بات سے اہم اس کا تحقیقی مواد ہے جو میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کے انعقاد کے ضمن میں علمائے المسلمین کی واقعی تشفی کا باعث ہے۔ سنت و بدعت کی حقیقت، اظہار مسرت کا جواز، یادگار کی دینی حیثیت، میلاد النبی ﷺ پر خوشی منانے کی توجیہ، تعین دن کی حقیقت، بدعت کی اقسام، وسیلہ اور اس کی حقیقت، شب میلاد کے عجائب و فوائد، تقاریب میلاد کی حکمتیں، مجالس

میلاد کی تاریخ، اظہار سرور، تعین وقت اور اطعام طعام سے متعلق علمی مباحث نے اس کتاب کی وقعت و اہمیت میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ حضرت مصنف مدظلہ کا اسلوب بیان اس قدر رواں اور دل آویز ہے کہ قاری کی توجہ کتاب سے ہٹتی نہیں۔ عالمانہ طرز نگارش مدلل گفتگو اور خطیبانہ انداز کے باوصف ہر سطح کے پڑھنے والے کے لئے قابل فہم تحریر، حضرت کی قلمی کرامت اور موضوع کی تقدیس کا فیضان ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب ہر گھر میں موجود ہونی چاہئے۔ بالخصوص آج کے اس دور میں جب کہ دین پسندی کی تازہ لہر اٹھ رہی ہے۔ اس قدر اہم موضوع پر یہ کتاب ایک قابل قدر علمی تحفہ ہے۔

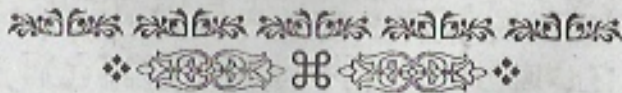
-♦♦♦-

میلاد النبی ﷺ کے متعلق ایک فتوے سے مسلمانان عالم کا جذبہ عقیدت مجروح ہوتا تھا، اس صورت حال نے علامہ رشید پادشاہ کو بے قرار کر دیا۔ علامہ حب نبوی ﷺ سے ایسے سرشار تھے کہ تمام زندگی اپنے خطبات و تحریرات میں حضور نبی کریم ﷺ کی مدح برائی کرتے رہے، ایسے فتویٰ کو کیسے برداشت فرماتے جس سے شان رسالت ﷺ پر حرف آتا تھا۔ بقول حضرت فصاحت جنگ جلیل وہ تو اس بات کے قائل تھے۔

صرف حب نبوی ﷺ حشر میں کام آئی جلیل

طاعتیں آئیں نہ زہد آیا نہ تقویٰ آیا

علامہ نے ”عید میلاد النبی ﷺ“ نامی کتاب لکھ کر اس فتویٰ کو بے اثر کر دیا۔



﴿انتساب﴾

تو جان پاک کی سربر نے آب و خاک اے نازنین
واللہ زجاں ہم پاکتر روجی فداک اے نازنین
پاکاں ندیدہ روے تو جاں دادہ اندر کوے تو
ایک بگرد کوے تو صد جان پاک اے نازنین

میں اپنے والدین کریمین (قبلہ الباطن حضرت سید شاہ محمد پیر پادشاہ صاحب قادری و حضرت سیدہ بی بی بیگم صاحبہ رحمۃ اللہ علیہما) کی طرف ”عید میلاد النبی ﷺ“ کے اس مقالہ کو منسوب کرنے کی عزت و سعادت حاصل کر رہا ہوں جو عشاقان و فدائیان حبیب پاک ﷺ سے تھے اور میں انہی آفتاب و ماہتاب کا ایک ذرہ بے مقدار ہوں۔

نہ شمع نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ از آفتاب گویم

انہی (والدین) کی سرپرستی میں جذبہ جاں نثاری و حسن عقیدت ہماری گھٹی میں پڑا ہے۔ ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنَّوْكَاتِ“ (اعمال کا دوار و مدار خاتموں پر ہے۔ بخاری) والدین کے حسن خاتمہ کا حال مخلصین و محبین کے لئے ہمت افزا ہے جبکہ تادم زیست عشق و محبت پر عمل پیرا رہیں جو عمل قلب ہے اور بہت زائد اہم یوں بھی ایک حدیث شریف میں ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ بھی آیا ہے کہ ”اعمال کا اعتبار نیتوں سے ہے۔۔۔۔۔ بخاری“ اور نیت خود بھی ایک عمل قلب ہے۔

”وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حَقَّاءَ“

(۱)..... ۶۸ / جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ کو جمعہ کی رات آخری شب میں بوقت

وفات حبیب پاک ﷺ کی شان میں بہ امید شفاعت و دستگیری والد بزرگوار نے امام بوسری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرَجَى شَفَاعَتُهُ

لِكُلِّ هَوٍ مِّنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَضِمٍ

ترجمہ:- وہی ہیں ایسے حبیب پاک جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے نازل ہونے والی ہر ایک ہولناکی کے وقت جو حادثات میں سے ہے۔
آخر میں پھر یہ نداء کی.....

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ أَلُوْبِهِ

يَسْوَكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

ترجمہ:- اے بزرگ تمام مخلوق سے میرا کوئی ایسا نہیں جس سے میں پناہ چاہوں عام حادثہ کے نازل ہونے کے وقت۔

”یسواک“ پر کلمہ کی انگلی اٹھائی اور حبیب پاک ﷺ کی پناہ میں چلے گئے۔

جمعۃ المبارک کی وفات خود ایک مستقل نعمت باقی عنایات مزید برآں ہیں۔

میرے دو دیال کے لئے جمعہ ہے اور نانہال کے لئے پیر۔

”ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ“

میری والدہ کی وفات کے دن حضرت بھائی سید فرید پادشاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ چنانچہ خود اُن کی وفات بھی نماز جمعہ کے وقت ہوئی۔ اللہ

تعالیٰ اس امتیاز خاندانی کو باقی رکھے۔ ”لَئِنْ يَنْ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادًا“۔

(۲)..... ۲۴ / محرم الحرام ۱۳۸۳ھ کو شب و دو شنبہ بچھلی رات میں والدہ ماجدہ بھی

حضور اقدس ﷺ سے خطاب و نداء کر رہی تھیں اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے منظور نظر ہو

گئیں۔

ترجمہ:- حقیقت میں آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

متعدد اشخاص اور تنظیموں نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی خواہش ہم سے بھی کی ہے اس لئے مختصری وضاحت ذیلی سطور میں ضروری معلوم ہوئی۔

عامۃ المسلمین کے لئے فتویٰ یا اپیل جاری کرنے سے پہلے مفتی صاحب کو خود اپنا جائزہ بھی لے لینا چاہئے تھا یہ عجیب بات ہے کہ سعودی قوم تو اپنا قومی دن ہر سال منائے اور یوم میلاد منانے سے مسلمانوں کو اس طرح روکے۔ اس سال بھی یہ سالانہ تقریب پچاس سال ہو جانے پر سعودی عرب میں بڑے ہی زور و شور کے ساتھ منائی گئی ہے پھر اس کے اندر کیا کیا ہوا ناقابل بیان ہے کیا اب ہم کو سعودیوں سے پوچھنے کا یہ حق نہیں پہنچتا کہ قرآن سے کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس تقریب کا انعقاد بدعت ہے اور دشمنانِ خدا کی نقل ہے؟ دیکھا آپ نے ان کے قول و فعل کو؟ دونوں میں کس قدر تضاد پایا جاتا ہے باوجودیکہ اس بارے میں کتنی بڑی وعید آئی ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ“ ﴿۲۸﴾ سورہ صافات آیت ۲۸

ترجمہ:- اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ تم کہو جو خود نہ کرو۔

نجدیوں کا قومی دن

(ان کا قومی دن وہی تو ہے جس میں نجدیوں نے حرمین پر چڑھائی اور غارت گری کی تھی) پھر ذرا اس یوم کی تاریخ پر بھی نظر ڈالئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ تاریخ اسلام میں یہ کس قدر منحوس اور تاریک یوم ہے۔

عالمِ اسلام کی رفتار سیاست کے پیش نظر فتنے کے ڈر سے اس مسئلہ پر قلم اٹھانے سے ہم گریز کر رہے تھے مگر نجدی علماء کے ایسے بے بنیاد فتوؤں اور دل خراش اپیلوں کے باعث مجبوراً بادل ناخواستہ نجدیوں کی حرمین شریفین پر فوج کشی اور غارت گری کی طرف بھی اپنے الزامی جواب میں (جو اس مضمون کا پہلا جزء ہے) ضروری اشارے کر دینے پڑے ہیں تقریری جواب یعنی یوم میلاد کا ثبوت اور اس کے بدعت ہونے کی تردید دوسرے جزء میں آئے گی..... ان شاء اللہ! بتقاضائے حالات اہل سنت نے ان واقعات کو اپنے دل سے بھلا دیا تھا، لیکن یہ ناعاقبت اندیش پھر ان کو تازہ کئے جا رہے ہیں وہی اس کے ذمہ دار ہیں فتنہ خوابیدہ کو جگانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

”الْفِتْنَةُ كَاثِمَةٌ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ يُوقِظُهَا“

حرمین شریفین کی مقدس سرزمین پر پچاس سال پہلے عبدالعزیز بن سعود (بانی حکومت سعودیہ) نے ناجائز حملہ کیا تھا، اُس وقت نجدی علماء اور بن باز جیسوں نے اہل حرمین پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دیا تھا، جس کی آڑ لیتے ہوئے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پر نجدیوں نے چڑھائی کر دی تھی حج کے بعد تفریح کے لئے طائف میں ٹھہرے ہوئے اُن بے گناہوں کو بھی بے دریغ قتل کر دیا گیا تھا جو مکہ کے رہنے والے تھے، کثیر مسلم خواتین بائندیاں بنائی گئی تھیں جن کو ان کے اہل خاندان خرید خرید کر چھڑالے رہے تھے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے قبوں و قبروں کو گرا کر زمین کے برابر ایسا کر دیا کہ اب کسی کی قبر شریف کا نشان بھی نہیں ملتا، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر بھی (جس میں حضور انور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی) ایک قبہ بنا ہوا تھا، جہاں جا کر زائرین نماز پڑھا کرتے تھے، اُس کو بھی مسمار کر دیا۔ اور اس کے بعد مولدا النبی ﷺ کی بے حرمتی کے یہ مناظرہ دیکھنے میں آئے کہ کتے اور گدھے بے تکلف وہاں پھرا کرتے تھے۔ گنبد خضراء کو ڈھانچنے کا بھی نجدیوں نے ارادہ کر لیا تھا، بعض ہندوستانی علمائے

اہل سنت نے وہاں پہنچ کر نجدی علماء سے علمی بحث کی اور ان پر غلبہ پایا، نیز عالم اسلام میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ دنیا کے ہر خطہ سے بے حساب ٹیلی گرام پہنچ گئے اور خود انگریز نے بھی (جو ان کے سر پرست اور آگے بڑھانے والے تھے) سیاسی دباؤ ان پر ڈالا جس کے باعث نجدیوں کو اپنا ارادہ ملتوی کر دینا پڑا۔ اس طرح نجدیوں کے مقام کی داستان بڑی طویل ہے اور ناقابل بیان۔

ابن سعود سے پہلے بھی نجدیوں کا قبضہ حرمین پر ہوا تھا

علامہ شامی رحمہ اللہ کا تبصرہ:- عبدالعزیز بن سعود سے ایک صدی پہلے محمد بن عبدالوہاب نجدی (بانی فرقہ وہابیہ) نے اہل حرمین و دیگر مسلمان پر جو ظلم و ستم کئے ہیں اس کی داستان کتب توارخ میں ملاحظہ طلب ہے، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار ج ۳ ص ۴۲۷ میں باغیوں کے بیان کے تحت خوارج کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

”كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا مِنْ إِتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْكَلْبِيِّ خَرَجُوا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوا عَلَى الْحَرَمَيْنِ..... الخ“

جیسے ہمارے زمانے میں پیروان عبدالوہاب کا واقعہ وقوع پذیر ہوا جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قبضہ کر لئے۔

خود کو حنبلیوں کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ صرف وہی ایک مسلمان ہیں اور جن کا عقیدہ ان کے خلاف ہو وہ سب مشرک ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے اہل سنت کا اور ان کے علماء کا قتل مباح قرار دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور مسلمانوں کے لشکر کو ۱۳۳۳ھ میں ان پر کامیابی عطا فرمائی۔ خط کشیدہ جملہ کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ

علامہ شامی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مسلمان نہیں جیسا کہ علامہ رکن الدین صاحب رحمہ اللہ مفتی نظامیہ کے فتوے میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

ہمیشہ فتنے برپا کرتے رہنے کے باوجود نجدیوں کا دعویٰ توحید

دارالندوہ میں شیخ نجدی کا مشورہ:- نجدیوں کے اسی فتنے کی وجہ سے شاید ان کا داخلہ حرمین میں ممنوع تھا، شریف مکہ کے زمانے میں بھی ان کو حج پر آنے کی اجازت تک نہیں تھی۔ اس طرح زمانہ قدیم سے نجدیوں نے بڑے بڑے فتنے کھڑے کئے ہیں اور ان سے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کو جو مراکز اسلام ہیں سخت دھکے پہنچے ہیں۔ پھر بھی ان کا یہ دعویٰ ہے کہ توحید کے علمبردار وہی ایک ہیں باقی سب مشرک، سنت نبوی ﷺ کی اتباع انہی کے دم قدم سے قائم ہے باقی تمام بدعتی اور جہنمی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سنت کو چھوڑ کر جب کوئی بدعتی ہوائے نفسانی کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو وہ شیطان کا پیرو بن جاتا ہے اور اتباع شیطان کے باعث اعمال بد بھی اسے بھلے معلوم ہونے لگتے ہیں، پھر اسی کو عین شریعت اور سنت کی اتباع کامل سمجھ لیتا ہے جیسا کہ فرمایا.....

”وَذَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالُهُمْ“ ﴿پ ۲۵ سورہ عنکبوت آیت ۳۸﴾

”اور شیطان نے ان کے کرتوت ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے“

بسا اوقات شیطان خود ان کا روپ اختیار کر لیتا ہے اور ان کی صورت میں نمودار ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرداران قریش نے ہجرت سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے خلاف بڑی خطرناک سازش کی تھی، دارالندوہ (کمپنی ہال) میں سب جمع تھے مختلف تجاویز پر راز میں غور ہو رہا تھا، اس اثناء میں ایک نجدی بوڑھے کی شکل میں ابلیس وہاں پہنچ گیا، اور کہنے لگا کہ تمہارے اس اجتماع کی مجھے اطلاع ملی تو

میں آگیا ہوں، مجھ سے کچھ نہ چھپانا، میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا۔ انہوں نے اس کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور پھر رائے زنی شروع ہوئی، ابوالختری نے رائے دی کہ حضور انور اودھنا فدک کو قید تہائی میں بالکل بند رکھا جائے کہ خود بخود ختم ہو جائیں، ابوجہل نے تجویز پیش کی کہ تمام قبائل کے نمائندوں کے ہاتھوں تلواروں کے ایک ہی وار میں آپ کو قتل کر دیا جائے، ہشام بن عمرو کا مشورہ تھا کہ مکہ سے نکال باہر کر دیا جائے، مگر شیخ نجدی کو ابوجہل کی تجویز بہت پسند آئی اور اُس نے ابوجہل کی پوری تائید کی اور دوسروں کی رائے (مشورہ) پر سخت تنقید کی اور اسے دُور اندیشی کے خلاف بتلایا۔ ادھر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور ہجرت کا حکم سنایا۔ اسی سازش کے بارے میں قرآن فرماتا ہے.....

”وَأَذِّنْكُمْ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَهُودَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ“

﴿پ ۹، سورہ انفال آیت ۳۰﴾

ترجمہ:- اس وقت کو یاد کرو جب کافر آپ کے ساتھ مکہ و سازش کر رہے تھے کہ آپ کو بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال باہر کریں۔

شیخ نجدی کی گستاخ رسول بنانے کی کوشش

توجہ طلب بات یہاں صرف اتنی ہی ہے کہ شیطان آخر شیخ نجدی کے بھیس میں کیوں آیا تھا! شیخ نجدی نے صنادید قریش کے ساتھ سازش کر کے پہلے تو حضور ﷺ کے قتل و خونریزی کی ناپاک کوشش کی تھی، بعد میں مسلمانوں کے اندر گھس کر عظمت رسول ﷺ اور حب نبوی کو اُن کے دلوں سے نکال دینے اور انہیں بے ادب و گستاخ بنادینے کی کوشش میں لگا ہوا ہے تاکہ اس ذریعہ سے کفر تک پہنچا دے اور مرتد بنادے۔

”مکتوٰۃ باب المعجزات میں بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم“ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”ذُو الْقُوَى يُصْرِكُ“ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت ”يَا رَسُولَ اللَّهِ اَعْدِلْ“ انصاف کیجیے کہا تھا، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رہائش گیا۔ عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، حضور ﷺ نے انہیں روک دیا اور خوارج کے بارے میں تفصیلی پیشین گوئی فرمائی جس کے آخر میں صراحت ہے کہ یہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ یہ بے ادب بانی فرقہ خوارج تھا، جس کا ظہور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد خلافت میں ہوا ہے، آپ نے اُن سے جنگ کی تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کا مقابلہ کیا تھا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ و اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اُن تمام صحابہ سے یہ بغض رکھتے ہیں جن کے درمیان لڑائیاں ہوئی تھیں، ان کے عقیدے کی رُو سے ہر وہ مسلمان کافر ہے جو گناہ کبیر کا مرتکب ہو۔ فرقہ وہابیہ کا تعلق بھی اسی گروہ خوارج سے ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ”رد المحتار ج ۳“ باب البغاة، ص ۳۲۷ میں اس کی وضاحت کی ہے۔

نجد اور خوارج کے عقیدے اور ان کے لئے پیشین گوئی

تاریخی واقعات سے ہٹ کر صحیح احادیث شریفہ میں نجدیوں کے تعلق سے خود حضور اکرم ﷺ نے بطور پیشین گوئی جب تاثرات کا اظہار فرمایا ہے وہ بہت ہی صاف و صریح ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے شام کے لئے برکت کی دُعا کی، پھر یمن کے لئے بھی برکت کی دُعا کی، اُس کے بعد جب نجد کے لئے توجہ دلائی گئی تو آپ ﷺ نے اس کا نام نہیں لیا اور شام و یمن ہی کے لئے دُعا کی، اس طرح تین بار شام و یمن کے لئے دُعا کی اور نجد کے لئے کچھ نہ فرمایا۔ بارہا

توجہ دلانے پر بالآخر یہ فرما دیا:

”هُنَاكَ الْوَلَاؤُ زُلُّ وَالْفِتْنُ وَبِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ“

﴿بخاری، مشکوٰۃ: ۵۸۶، باب ذکر الیوم والشام پہلی فصل﴾

ترجمہ:- وہاں تو زلزلے آئیں گے اور فتنے اٹھیں گے اور وہیں سے شیطان کا سینک نکلے گا۔

شام و یمن کے لئے بطور خاص دُعا دینے کی وجہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”لمعات شرح مشکوٰۃ“ میں یہ بتلائی ہے کہ مکہ آپ کا مولد (جائے پیدائش) ہے جس کا تعلق یمن سے ہے اور مدینہ آپ کا مسکن و مدفن ہے جس کا تعلق شام سے ہے۔ نجد کے تعلق سے پیشین گوئی صریح ہے کہ یہاں سے فتنے اٹھیں گے اور شیطان اپنے سینک یہاں سے برابر نکالتا رہے گا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول نجدی یعنی محمد بن عبد الوہاب کے پیرو خوارج کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ خوارج کے تعلق سے بھی ایسی ہی پیشین گوئی احادیث شریفہ میں ملتی ہے کہ وہ سینک نکالتے ہی رہیں گے اور ان کی سینک کاٹی جاتی رہے گی یہاں تک کہ دجال ان کے سامنے نکلے گا۔

﴿سنن ابن ماجہ ص ۱۶، باب فی ذکر الخوارج﴾

﴿سنن ابن ماجہ ص ۱۶، باب فی ذکر الخوارج﴾

﴿سنن ابن ماجہ ص ۱۶، باب فی ذکر الخوارج﴾

﴿سنن ابن ماجہ ص ۱۶، باب فی ذکر الخوارج﴾

بن باز کے فتوے کا تقریری جواب

اب رہ جاتا ہے نفس مسئلہ کا تصفیہ اور بن باز کے فتوے پر اس سوال کا جواب تقریری کہ یوم میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے یا نہیں؟ بدعت و سنت دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، سنت پر بدعت کا اطلاق غیر صحیح اور برعکس نہ ہند نام زدگی کا فور کا مصداق ہے، یوم میلاد النبی ﷺ کی خصوصیت و اہمیت خود سنت نبوی ﷺ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان باتوں یعنی مسائل کی تفصیلات سے پہلے لفظ ”عید“ کا معنی و مفہوم ذہن نشین فرمالیں۔

لفظ عید کی تحقیق

ایک مؤمن کی عید دراصل تقرب باری تعالیٰ کا نام ہے، جس کا ذریعہ عبادت الہی ہے۔ اسی لئے عید الفطر و عید الفصحیٰ میں دو دو رکعت نماز ادا کرنی پڑتی ہے، وہ بھی فرض نہیں، مگر یوم میلاد میں دن بھر کی عبادت بہ شکل روزہ آئی ہے۔ یہ روزہ شکرانے کا تھا، شکر منعم کا ہوا کرتا ہے، کسی نہ کسی نعمت و احسان کے مقابلے میں اور ادھر منعم علیہ کی ذات کو جسے نوازا گیا ہے نعمت حاصل ہونے کی بناء پر سرور و فرح اور مسرت و شادمانی حاصل ہوتی ہے، اسی کو لغت عرب میں ”عید“ کہتے ہیں، ولادت پاک کے دن جو مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہے اس کی مناسبت سے یوم میلاد کے ساتھ عید کا لفظ استعمال کرتے ہوئے عید میلاد النبی ﷺ بھی کہا جاتا ہے، و نیز ”عید“ کا مادہ لغوی اعتبار سے ”عود“ ہے، چونکہ یہ ہفتے میں ایک بار بلحاظ تاریخ سال میں ایک بار جدید مسرتوں اور نئی خوشیوں کو ساتھ لئے عود کرتا ہے اس لئے اسے ”عید“ کہتے ہیں۔

پورے قرآن مجید میں ایک ہی جگہ عید کا لفظ آیا ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا

کی تھی ”اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا
وَأَآخِرِنَا“ ﴿پ ۷ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۴﴾

ترجمہ:- اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر ایک خوان آسمان سے اُتار کہ وہ
ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی۔

دُعائے عیسیٰ علیہ السلام سے خوان اُتر اور ہر اتوار کو عید ہو گئی

حضرت مسیح علیہ السلام نے مائدہ (خوان) آنے کے دن کو عید کا دن بنایا اسی لئے
عیسائی اب تک اتوار کے دن عید مناتے ہیں کہ اس دن نعمت نازل ہوئی تھی اور خوان
اُتر تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے جس کا شکر بجا
لانا اپنے نبی ﷺ کی طرح آپ کے ہر امتی پر بھی لازم ہے۔

”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا“ ﴿پ ۱۱ سورۃ یونس آیت ۵۸﴾
ترجمہ:- آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے تو چاہیے کہ لوگ
اس سے خوش ہوں۔

آپ ہم تن فضل و رحمت ہیں جیسا کہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْنَا وَرَحْمَتُهُ لَكُنَّا مِنَ الْخَاسِرِينَ

﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۳﴾

ترجمہ:- اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا تم
سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔

حصولِ نعمت کے دنوں کی یاد منانے کا حکم

مولیٰ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن دنوں میں نعمت عطا فرمائی ہو ان کی یادگار
منانے کا حکم ہو یا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ“ ﴿پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۵﴾

ترجمہ:- بنی اسرائیل کو اللہ کے دن یاد دلایئے۔

یعنی وہ دن جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں نازل کی تھیں جیسے اُن کا
دریائے نیل کو عبور کر لینا اور فرعون کا اپنے لشکر سمیت اُس میں غرق ہو جان ’ مَنْ
وَسَلَّوْا کا اترنا وغیرہ۔

ہر پیر کو جب روزہ رکھنا سنت ہے تو پھر یومِ میلاد منانا بدعت کیسے؟

یومِ میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے یا نہیں؟ بدعت و سنت دونوں آپس میں
ایک دوسرے کی ضد ہیں سنت پر بدعت کا اطلاق غیر صحیح اور برعکس نہند نام زنگی کا فور کا
مصدق ہے یومِ میلاد النبی ﷺ کی خصوصیت و اہمیت خود سنت نبوی ﷺ سے ظاہر
ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ میلاد مبارک کے روزہ دن بھر عبادت
میں رہا کرتے تھے جیسا کہ الفاظ حدیث ”كَانَ يَصُومُ“ (روزہ رکھا کرتے تھے)
سے جو ماضی استمراری ہے اس عمل شریف میں مواظبت و مداومت یعنی عیشی کا ثبوت
ملتا ہے اور ایسے عمل کو اصطلاح میں ”سنت مؤکدہ“ کہتے ہیں۔

”مکتوٰۃ المصابیح“ کتاب الصوم باب صیام التطوع پہلی فصل ص ۱۷۹ میں
بحوالہ صحیح مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ پھر کے دن کے
روزے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”فِيهِمْ وَلِكُنْتُ وَفِيهِمْ أَنْزَلَ عَلَيَّ“ یعنی اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر
(وحی) نازل کی گئی ہے۔

اس توجیہ سے صاف ظاہر ہے کہ یومِ میلاد خود حضور اکرم ﷺ پر روزِ دو شنبہ ہر
ہفتہ منایا کرتے تھے۔

پیر کے دن کی خصوصیات

یوم میلاد منانے کے تعلق سے پیر کے دن کے روزے کی حدیث پیش کی گئی تھی ذات اقدس ﷺ کے ساتھ اس دن کو بڑی خصوصیت حاصل ہے پیر کے دن نہ صرف ولادت مبارک ہوئی بلکہ ہجرت اسی دن ہوئی مدینہ منورہ میں داخلہ اسی دن ہوا وفات شریف یہ سب امور اسی دن یعنی پیر کے روز واقع ہوئے۔ حضور ﷺ کے لئے یہ دن ایسا ہی ہے جیسا آدم علیہ السلام کے لیے جمعہ اُن کی پیدائش زمین پر اُترنا تو بہ کا قبول ہونا اور وفات سب جمعہ کے دن ہوئے۔ اسی لئے جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو دعاء اُس میں کی جائے قبول ہوتی ہے۔ پھر سید المرسلین ﷺ کی ساعت ولادت میں اگر دعاء قبول ہو تو تعجب کی کیا بات ہے۔

پیر کے دن روزہ رکھنے کی دوسری توجیہ

دو شنبہ کے روزے کی حدیث کا دوسرا جزء یہ تھا کہ ”اس دن مجھ پر وحی نازل ہوئی“ مراد وحی کی ابتداء ہے کہ پیر کے دن سے وحی کا نزول شروع ہوا وحی تو آپ پر چالیس سال بعد نازل ہوئی ہے اب غور طلب امر یہ ہے کہ کیا نزول وحی سے پہلے بھی پیر کا دن قابل احترام تھا اور کیا اس کے برکات سے خلائق کو سعادت و نجات حاصل ہوئی ہے! صحیح حدیث کی روشنی میں بلا لحاظ بحث تاریخ پیدائش سے ہی وہ قابل صدا احترام ہے اور یوم نجات بھی بشرطیکہ اس پر خوشی منائی جائے وحی کو میلاد سے ملانے کی ضرورت نہیں ہر ایک جدا گانہ نعمت ہے اور دونوں نعمتیں مستقل نوعیت کی ہیں۔

دیگر انبیاء کے انعامات پر بھی حضور ﷺ کا شکر بجالانا

حضور اکرم ﷺ تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے انعامات پر بھی شکر بجاتے اور اس کی

یاد مناتے تھے ایسی یادگاریں قائم کرنے کے لئے امت کو بھی مامور فرمادیا گیا ہے۔

ہر فرض نماز کا ایک ایک نبی کی یادگار ہونا

”شرح معانی الآثار“ باب الصلوٰۃ الوسطیٰ جلد ۱ ص ۱۰۴ میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ”حضرت آدم علیہ السلام کی تو بہ فجر کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت نماز شکر یہ میں ادا کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ (دنبہ) دوپہر کے وقت پایا تو چار رکعت نماز شکر یہ میں ادا کی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو (۱۰۰) سال بعد عصر کے وقت جب زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ کتنی مدت ٹھہرے؟ تو عرض کیا: ایک دن اور جب دیکھا کہ ابھی سورج ڈوبا نہیں ہے تو کہا کہ ایک دن سے بھی کم اس کے بعد پھر انہوں نے چار رکعت نماز ادا کی۔ (بعض کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے مغفرت ہو جانے پر یہ نماز ادا کی تھی)۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی مغفرت جب بوقت مغرب ہوئی تو انہوں نے چار رکعت نماز شروع کی جب بارگزارا تو تیسری رکعت میں بیٹھ گئے جس کی وجہ سے مغرب کی تین رکعتیں مقرر ہو گئیں۔ البتہ عشاء آخرہ کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ نے ادا کی ہے“ اسی طرح نماز ہائے پنجگانہ میں سے ایک ایک وقت کی نماز ایک ایک پیغمبر کی یادگار ہے جس کو امت محمدیہ ﷺ ہر روزانہ پانچ اوقات میں اب تک مناتی ہے اور قیامت تک مناتی رہے گی۔

یہود کے ساتھ تشبہ کا سوال اور اس کا مناسب حل

”مکملہ شریف“ کتاب الصوم ص ۱۸۰ میں بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم یہ متفق علیہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حاشورے کے دن یہود کو روزہ دار پایا سبب دریافت کیا تو انہوں

نے عرض کیا کہ یہ ایک عظیم دن ہے اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون کو اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تھا جس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکرانے میں روزہ رکھا تھا لہذا ہم یہ روزہ رکھتے ہیں۔
آپ ﷺ نے فرمایا.....

”فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَىٰ بِمُوسَىٰ مِنْكُمْ“

ترجمہ:- پھر تو ہم تم سے زائد موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہیں اور ان سے قریب تر۔
”فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ“ اس دن خود بھی حضور ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا ابتداء اسلام میں یہ روزہ فرض تھا بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورے کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی مگر احتساب باقی ہے۔

”صحیح مسلم“ کی روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ اس میں یہود سے مشابہت ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا.....
”لَئِنْ بَقِيتُ إِلَىٰ قَابِلٍ لَّكَصَوْمُ مَنْ النَّاسِ“ ﴿مکتوبات ابھیام مطبوع پہلی فصل﴾
ترجمہ:- اگر زندگی رہی تو سال آئندہ نويس کا روزہ بھی میں ضرور رکھوں گا۔
یعنی عاشورے کا روزہ ترک نہیں فرمایا بلکہ ایک اور روزے کا اضافہ فرمایا۔
مشابہت اہل کتاب سے اجتناب فرمایا۔

بن باز کے فتوے میں بھی ایسا ہی استدلال کیا گیا ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کا انعقاد..... دشمنان خدا (یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مذہب کے ماننے والوں) کی نقل ہے۔

ان کی عید عاشوراء میں تھوڑی سی ترمیم کے بعد جب ان کے ساتھ تہنیت باقی نہیں رہا تو ہماری عید میں ان کے ساتھ مشابہت کیا ہوگی؟ ہمارے مشاغل کچھ اور ہیں۔

ان کے مشاغل کچھ اور۔ دشمنان خدا کے پاس شراب خواری، قمار بازی، عیاشی، اسراف اور فخر و مباہات کے سوا باقی کیا رہ گیا ہے! اس کے برخلاف غلامان محمدی طاعات و عبادات، نماز، روزے، خیر و خیرات، لذیذ کھانوں کا اہتمام، ختم قرآن اور درود و سلام کی محفلوں میں یوم میلاد مناتے ہیں البتہ خوشی اور مسرت وجہ مشترک ضرور ہے جس کو تہنیت سے تعبیر کرنا دین میں تنگی پیدا کرنا ہے۔

”وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ“ ﴿پ ۷۷ سورہ حج آیت ۷۸﴾
ترجمہ:- اور اس نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

عید الاضحیٰ کا دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا دن

عاشورہ کے روزے کا بیان ہو رہا تھا اب ذرا قربانی کی طرف آئیے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن کو عید الاضحیٰ کا دن قرار دے دیا گیا، معلوم ہوا کہ جس دن جس تاریخ کسی اللہ والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی ہو وہ دن وہ تاریخ تا قیام قیامت رحمت و مسرت کا دن بن جاتا ہے اور سالانہ اس کی یاد منائی جاتی ہے۔

حج تو شروع سے آخر تک سب یادگار ہے

حج تو شروع سے آخر تک حضرت ابراہیم و اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہم السلام کی یادگار ہے اب نہ تو وہاں پانی کی تلاش ہے اور نہ شیطان کا قربانی سے روکنا، مگر صفا و مردہ کے درمیان چلنا، دوڑنا، منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا بدستور ویسے ہی موجود ہے۔

شب میلاد شب قدر سے افضل کیوں ہے؟

ماہ رمضان خاص کر شب قدر اس لئے افضل ہے کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہوا جب قرآن کے نزول کی وجہ سے یہ مہینہ اور یہ رات تا قیامت افضل و اعلیٰ ہو گئے تو

صاحب قرآن ﷺ کی ولادت پاک سے ربیع الاول اور اس کی بارہویں تاریخ بھی ضرور اعلیٰ و افضل ہو جائیں گے۔ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ میلاد شریف کی رات افضل ہے یا شب قدر جن حضرات نے میلاد شریف کی رات کو افضل کہا ہے ان کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شب میلاد میں تو سید الملائکہ والہرسلین ﷺ کا اس عالم میں نزول اجلال ہوا ہے ظاہر ہے کہ یہ فضیلت شب قدر میں نہیں آسکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر حضور ﷺ کو دی گئی اور شب میلاد میں حضور ﷺ کا ظہور ہوا جن کی بدولت شب قدر کو فضیلت حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ جو چیز ذات سے متعلق ہو وہ افضل ہوگی بہ نسبت اُس چیز کے جو عطاء کی گئی ہو۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر کی فضیلت صرف حضور ﷺ کی امت سے متعلق ہے اور دن کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور شب میلاد تو تمام موجودات کے حق میں نعمت ہے۔

حضور ﷺ کے نور ہونے کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“

﴿پ ۶﴾ سورۃ مائدہ آیت ۱۵﴾

ترجمہ:- بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت مقدمہ میں سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا کیوں کہ آپ سے کفر کی تاریکی دور ہوئی اور راقی و واضح ہو گئی، نیز ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ سے روایت ہے کہ ”میں سحر کے وقت رسول اللہ ﷺ کا ایک کپڑا اسی رعبی تھی چراغ

بجھ گیا اور میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ اندر میرے پاس تشریف لے آئے آپ ﷺ کے رُوئے انور سے گھر روشن ہو گیا، میں نے وہ سوئی پالی اور آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کے چہرے کی ضیاء اور روشنی کتنی زائد ہے! حضور ﷺ نے فرمایا: ”ویل“ یعنی ہلاکت پھر ”ویل“ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو بروز قیامت مجھے نہ دیکھے۔ میں نے کہا: میرے حبیب! اور بخیل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر زُرد نہ پڑھے۔“

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانے پر مشرک و کافر پر نزول رحمت

اس وقت میلاد النبی ﷺ اور نزول وحی دونوں کے مجملہ میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کلام ہو رہا تھا، مسلمان تو آخر مسلمان ہی ہے، ایک مشرک و کافر بھی جس کا کوئی عمل باقی نہیں رہتا۔ سب مجبوظ ہو جاتے ہیں اگر میلاد النبی ﷺ کی نعمت عظمیٰ پر خوش منائی ہو تو اُس کے حال پر بھی بڑا کرم ہو گیا ہے، کرم بھی ایسا کہ ایک بار مسرت کا اظہار کر دینے سے ہر ہفتہ میں پھر کے دن اُس کے لیے سکون کا سامان فراہم کیا جاتا ہے اور اُسی انگلی سے یہ سکون نصیب ہوا کرتا ہے جس کی حرکت و اشارے سے حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۲ میں ہے.....

”فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرٍّ بَشَرْتَهُ..... الخ“

یعنی جب ابولہب مر گیا تو اُس کے گھر والوں میں سے کسی نے اُسے خواب میں دیکھا (اور یہ صراحت بھی ایک روایت میں آئی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تھا) کہ وہ بری حالت میں ہے اُس سے کہا کہ کیا پائے؟ ابولہب نے کہا کہ تمہارے بعد میں نے کوئی خیر و خوبی نہیں پائی ”غَمَرْتُ اَنْفِيَ سَقَمْتُ فِيْ هَذِهِ بَعَثْتُ قَتِيْلًا مُّؤَيَّبًا“۔ بجز اس کے کہ اس (انگلی) سے مجھے پینے کو پانی ملتا ہے کیونکہ میں نے اس

(انگلی کے اشارہ) سے (اپنی لوٹدی) ٹوپیہ کو آزاد کر دیا تھا۔

ابھی تو وہ عالم برزخ میں ہے، حساب و کتاب کے بعد دوزخ میں پہنچ جانے پر بھی آتش دوزخ کے اندر یہ پانی بدستور اُس کو ملتا رہے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”مدارج النبوۃ جلد ۲ بیان رضاعت“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”در بیجا سند است مراہل مولید را۔۔۔ الخ“ یعنی اس واقعہ میں میلاد کرنے والوں کے لیے سند ہے جو سرور عالم ﷺ کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں کہ ابولہب جو کافر تھا، حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی اور دودھ پلانے کے واسطے لوٹدی دے دینے کی وجہ سے جب حضور ﷺ کی خاطر ایسی جزاء پایا ہے تو اُس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو سرور و محبت سے مالا مال ہے اور اپنا مال و دولت خرچ کرتا ہے۔۔۔ الخ۔

ہر سوموار کو اظہارِ مسرت ہونا چاہئے

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولادت شریفہ گو کہ ایک معین دوشنبہ کے روز ہوئی تھی، مگر اس کا اثر ہر دوشنبہ میں استمراری ہے بناء بریں اگر ہر دوشنبہ کو اظہارِ مسرت کے لئے خاص کیا جائے تو بے محل نہ ہوگا، کم از کم سال میں ایک بار تو اظہارِ مسرت ہونا چاہئے۔ جیسا کہ پہلے حرمین شریفین میں یوم میلاد النبی ﷺ انہایت اہتمام کے ساتھ منایا جاتا، یہاں تک کہ اس روز اور عیدوں کی طرح خطبہ بھی پڑھا جاتا تھا اور تمام مسلمان خوشیاں مناتے تھے خاص کر مدینہ طیبہ میں تو دور دور سے قافلے چلے آتے تھے اور مراسم عید ادا کئے جاتے تھے، مکہ معظمہ میں ایک لطف خاص قابل دید یہ تھا کہ ہر فرقے اور حرفے کے لوگ مسجد الحرام سے قبہ مولد النبی ﷺ میں جوق در جوق امتیازی شان کے ساتھ جاتے تھے اور وہاں میلاد شریف پڑھ کر شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا الحافظ علامہ انوار اللہ خان فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین شریفین کے یہ چشم دید واقعات اپنی کتاب ”بشیری الکبرام فی عمل المولود والقیام“ میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

عمل اہل حرمین اور حیدرآباد میں اس کی متابعت

حجاز مقدس سے حیدرآباد واپس آ جانے کے بعد بحیثیت معین المہام (دشوار کام کے مددگار) امور مذہبی و صدر الصدور حکومت آصفیہ ۱۲ رجب الاول شریف کو عمل اہل حرمین کی متابعت میں خطبہ میلاد ”مکہ مسجد“ میں شروع کر دیا تھا، جس میں شاہ وقت اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان مرحوم آصف سابع بھی بڑی عقیدت سے ہر سال شریک ہوا کرتے تھے اور عید میلاد کی مسرت میں ۲۱ توپیں سر کی جاتی تھیں، الحمد للہ خطبہ میلاد و حیدرآباد میں اب تک بدستور جاری ہے۔ فَجَزَاَ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ اَبْطَاهِرْ معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ اہل حرمین کا یہ عمل متواتر تھا اور قرونِ اولیٰ سے برابر چلا آ رہا تھا۔

مولد النبی ﷺ کی تعظیم پر خلفائے راشدین کا عملدرآمد

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت سے بھی ایسا ہی ثابت ہے، جس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔۔۔۔۔

”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ“

(ترمذی احمد ابوداؤد مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة دوسری فصل ۶)

ترجمہ: تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت جو ہدایت یافتہ ہیں۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المنعمۃ الکبریٰ علی العالم“ میں یہ روایات نقل کی ہیں۔

(۱)..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَنْ أُنْفِقَ بِهِمَا عَلَى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ رَقِيقًا فِي الْجَنَّةِ“

جو کوئی مولد النبی ﷺ کی قرأت پر ایک درہم خرچ کرے گا وہ جنت میں میرا رقیق ہوگا۔

(۲)..... حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَحْيَا الْإِسْلَامَ“

جس کسی نے مولد النبی ﷺ کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کو زندہ کیا۔

(۳)..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَنْ أُنْفِقَ بِهِمَا عَلَى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ فَكَأَنَّمَا شَهِدَ غَزْوَةَ بَدْرٍ وَحُتَيْنِ“

جس کسی نے مولد النبی ﷺ کی قرأت پر ایک درہم خرچ کیا گویا کہ وہ غزوہ بدر و حنین میں حاضر رہا۔

(۴)..... حضرت علی الرضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ سَبَبًا لِقِرَائَتِهِ لَا يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بِإِيمَانٍ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ“

”جو کوئی مولد النبی ﷺ کی تعظیم کرے اور اس کی قرأت کا سبب بنے وہ دنیا سے نہیں نکلے گا مگر ایمان کے ساتھ اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے گا۔“

مولد النبی ﷺ کی تعظیم و قرأت پر بزرگان دین کے ارشادات

اس کے بعد مزید طمانیت کے لئے بعض تابعین و ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین

کے اقوال بھی ملاحظہ فرمائیے.....

(۱)..... حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَعَدْتُ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ جَبَلٍ أَحَدٍ نَهَبًا فَأَنْفَقْتُهُ عَلَى قِرَاءَتِهِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ

”میری تمنا اور آرزو ہے کہ اُحد پہاڑ برابر سونا میرے پاس ہو اور میں اُسے مولد النبی ﷺ کی قرأت پر خرچ کر ڈالوں۔“

(۲)..... امام اہل سنت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

مَنْ جَمَعَ لِمَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ إِخْوَانًا وَهَيَّا طَعَامًا وَأَخْلَى مَكَانًا وَعَمِلَ إِحْسَانًا وَصَارَ سَبَبًا لِقِرَائَتِهِ بَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَيَكُونُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ

”جو کوئی مولد النبی ﷺ کے لئے برادری کو جمع کرے، کھانا تیار کرے، جگہ خالی کر دے، نیک کام کرے اور سبب بن جائے مولد النبی ﷺ کی قرأت کا، تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اُسے صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا اور وہ خوشحالی کی جنتوں میں رہے گا۔“

(۳)..... حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ نے فرمایا:

مَنْ حَضَرَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَظَّمَ قَدْ رُفِعَ فَكَانَ بِالْإِيمَانِ

”جو کوئی مولد النبی ﷺ میں حاضر ہو اور آپ کی قدر و شان کی تعظیم کرے تو وہ ایمان کے ساتھ ضرور کامیاب ہوگا۔“

(۴)..... حضرت معروف کرخی قدس اللہ سرہ نے فرمایا:

مَنْ هَيَّا طَعَامًا لِأَجْلِ قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ وَجَمَعَ إِخْوَانًا وَأَوْقَدَ سِرًا

أَجَا وَكَبَسَ حَبِيدًا وَتَبَخَّرَ وَتَعَطَّرَ تَعْظِيمًا لِمَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ حَشَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ مَعَ الْفِرْقَةِ الْأُولَىٰ مِنَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ فِي أَعْلَىٰ عِلِّيِّينَ۔

”جو کوئی کھانا تیار کرے مولد النبی ﷺ کی قرأت کے واسطے اور اپنی برادری کو جمع کرے چرخاں روشن کرے نیا لباس پہنے بخور جلانے اور عطر لگائے مولد النبی ﷺ کی تعظیم کی خاطر تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت پیغمبروں کی پہلی جماعت کے ساتھ اُس کا حشر کرے گا اور وہ اعلیٰ علیین میں رہے گا۔“

(۵)..... حضرت سری سقطی قدس اللہ سرہ نے فرمایا:

مَنْ قَصَدَ مَوْضِعًا يُقْرَأُ فِيهِ مَوْلِدُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ قَصَدَ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ لِأَنَّهُ مَا قَصَدَ ذَلِكَ الْمَوْضِعَ إِلَّا لِمَحَبَّةِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ قَالَ ﷺ مَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ۔

”جس کسی نے ایسے مقام کا قصد و ارادہ کیا جس میں مولد النبی ﷺ پڑھا جا رہا ہو تو ضرور اُس نے جنت کے چمنوں میں سے ایک چمن کا قصد و ارادہ کیا“ اس لئے کہ اُس نے اُس مقام کا ارادہ نہیں کیا ہے مگر نبی ﷺ کی محبت کی وجہ سے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے: جو کوئی مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔“

(۶)..... حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”کوئی شخص مولد النبی ﷺ نہیں پڑھتا تک پر یا گیہوں پر یا کسی چیز پر کھانے کی چیزوں میں سے مگر اُس میں برکت ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر اُس چیز میں جس کی طرف وہ کھانے کی چیز پہنچائے کیوں کہ وہ مضطرب اور بے چین رہتی ہے اور ٹھیرتی نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے کھانے والے کو بخش دے۔ اور اگر مولد النبی ﷺ کسی پانی پر پڑھا جائے تو جو کوئی اُس پانی سے پیئے گا اُس کے دل کے اندر نور داخل ہو جائے گا اور رحمت اور اُس سے ہزار کیے دیباہیں نکل جائیں گی اور وہ قلب اُس دن نہیں مرے گا جس دن قلوب مرجائیں گے اور چاندی یا سونے کے جن دراہم مضروبہ

(سکہ لگائے ہوئے) پر مولد النبی ﷺ پڑھا جائے اور وہ دوسرے دراہم میں ملا دیئے جائیں تو ان میں برکت واقع ہوگی اور ان کا مالک محتاج نہ ہوگا اور نبی ﷺ کی برکت سے اس کا ہاتھ خالی نہ رہے گا۔“

(۷)..... امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام جلال الدین سیوطی قدس اللہ سرہ اپنی کتاب ”الوسائل فی شرح الشماک“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ کوئی گھر یا مسجد یا محلہ ایسا نہیں ہے جس میں مولد النبی ﷺ پڑھا جاتا ہو مگر فرشتے اُس گھر کو یا مسجد یا محلہ کو گھیر لیتے ہیں اور فرشتے اس مقام کے لوگوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمت و رضوان کو اُن پر عام کر دیتا ہے۔“

رہ جاتے ہیں وہ فرشتے جو ”مُطَوَّقٌ بِالسُّورِ“ ہیں کہ اُن کے گلے میں نور کے طوق پڑے ہوئے ہیں یعنی جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام وہ تو صرف ان لوگوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں جو مولد النبی ﷺ کی قرأت کا ذریعہ اور سبب بنے ہوں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی مسلمان اپنے گھر میں مولد النبی ﷺ نہیں پڑھتا مگر اللہ تعالیٰ ان گھر والوں سے دُور فرما دیتا ہے قحط کو و بلاء کو و حرق و غرق کو یعنی جلنے اور ڈوبنے کی مصیبت کو تمام آفات و بلیات کو بغض و حسد و نظر بد اور چوروں کو۔ اس کے بعد جب وہ مرجاتا ہے تو اس پر منکر و کبیر کے جواب آسان کر دیتا ہے اور وہ رہے گا صداقت کی مجلس میں عظیم قدرت والے پادشاہ کے حضور۔ پس جو کوئی مولد النبی ﷺ کی تعظیم کا ارادہ کرے اُس کے لئے اس قدر بیان کافی ہے اور جس کسی کے پاس مولد النبی ﷺ کی تعظیم نہ ہو تو بالفرض اگر تم اس کی تعریف و توصیف میں اس کے لئے دُنیا بھر دو تو بھی اُس کے قلب میں حضور ﷺ کی محبت کی تحریک پیدا نہ ہوگی۔

(۸)..... محدث علام شیخ محمد طاہر ثنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

لغت حدیث کی مشہور کتاب ”مَجْمَعُ بَحَارِ الْأَنْوَارِ“ کے خاتمہ میں ص ۵۵۰ پر محدث علامہ شیخ محمد طاہر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ ربیع الاول کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

”قَالَ هُوَ شَهْرُ أَمْرِنَا بِإِظْهَارِ الْحُبُّورِ فِيهِ كُلُّ عَامٍ“ یعنی وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال سرور و خوشی کے اظہار کا ہم کو حکم دیا گیا ہے (مغلی مہاد کہ دائرۃ المعارف میں اس کتاب کی تصحیح یعنی ایڈیٹ کی سعادت اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے)۔

۹:..... مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مفسر قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی انندی صاحب ”تفسیر روح البیان“ نے سورہ فتح میں ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

”وَمِنْ تَعْظِيمِهِ عَمَلُ الْمَوْلِدِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مُدْكَرٌ“

میلاد کا زو بجل لانا حضور ﷺ کی تعظیم میں سے ہے جب کہ اس میں کوئی منکر یعنی بری بات نہ ہو۔

۱۰:..... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”المورد الرودي في المولد النبوي ﷺ“ میں لکھا ہے کہ

”لَا زَالَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ يَحْتَفِلُونَ فِي كُلِّ سَنَةٍ جَدِيدَةٍ وَيَعْتَنُونَ بِإِعْرَاقِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيمِ وَيُظَهِّرُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهِ كُلِّ فَضْلٍ عَظِيمٍ“

اہل اسلام ہمیشہ سے ہر نئے سال جیسے منعقد کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام کرتے ہیں اور ان پر اس کے برکات سے ہر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔

۱۱:..... حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب:

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ”فیصلہ مسائل ص ۸“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ

برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔

۱۲:..... ملک مظفر کی خصوصیات اور محفل میلاد کا اہتمام:

مظفر الدین ابوسعید کوکبری بن زین الدین کوچک علی بن بکتین شاہانِ امجاد و عظماء سے تھے اور ان کا پروردگار سے جواجواد و احیاء تھے انہوں نے آثارِ حسنہ چھوڑے ہیں ”سخ سا قول“ میں جامع مظفر کی تعمیر انہی کی ہے اربل کے یہ امیر تھے جو موصل کا ایک علاقہ ہے، الملک المظفر اُن کا لقب تھا۔

ابن کثیر نے اپنی تاریخ ”البدایہ والنہایہ“ میں لکھا ہے کہ وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے اور اس کے لئے ایک عظیم محفل میلاد منعقد کیا کرتے تھے وہ ایک بہادر سردار تھے عاقل، عالم و عادل، اللہ اُن پر رحم فرمائے اور کرامت کی جگہ عطا فرمائے! شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے اُن کے لئے مولد النبی ﷺ میں ایک مجلد تصنیف کی جس کا نام ”التنوير في مولد البشير النذير“ رکھا تھا اس پر ملک نے انہیں ایک ہزار اشرفی بطور انعام دیئے، سلطنت و شاہی میں ان کی مدت طویل ہونے کے باوجود بہت اچھی رہی وفات کے وقت ۶۳۰ھ میں وہ شہر عکا پر فرنگیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ بہر حال ان کی سیرت و خلوص نیت ہر دو قابل ستائش ہیں۔

”مرآة الزمان“ میں سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جو لوگ بعض میلاد ہائے نبوی ﷺ میں مظفر کے دسترخوان پر حاضر تھے اُن میں سے بعض نے بیان کیا کہ وہ اس دسترخوان پر جب شمار کئے تو پانچ ہزار بکرے تھے دس ہزار مرغ کے سر، سواونٹ اور ایک لاکھ زبدیہ (مٹی کی رکابیاں) اور تیس ہزار بیٹھے کی طشتریاں۔

سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ میلاد ہائے نبوی ﷺ میں بڑے بڑے علماء اور

صوفیہ اُن کے پاس آتے تھے وہ انہیں خلعتیں دیا کرتے تھے اور ظہر سے فجر تک صوفیہ کے لئے سماع کا انتظام ہوتا۔ میلاد شریف پر سالانہ تین لاکھ اشرفی صرف کیا کرتے تھے وافرین (دور سے آنے والے وفد) کے لئے ایک مہمان خانہ تھا وہ جس طرف سے چاہے آئے ہوں اور جس ہیئت و صفت کے ساتھ چاہے آئے ہوں۔ بادشاہ اُس مہمان خانہ پر سالانہ ایک لاکھ اشرفی صرف کیا کرتے تھے۔ یہ سب چیزیں صدقۃ السر (پوشیدہ صدقہ) کے ماسوا تھیں یعنی چھپا کر جو خیر خیرات کیا کرتے تھے وہ مزید برآں تھیں۔

شہ کی ملکہ ربیعہ خاتون بنت ایوب کا بیان ہے کہ شاہ کا قیس کر باس غلیظ (موٹے چھوٹے کپڑے) کا تھا جو پانچ درہم کے برابر کو بھی نہ تھا اس پر ملکہ نے نازی کا اظہار کیا تو ملک نے کہا کہ پانچ درہم کا قیس بہن کر باقی خیر خیرات کر دینا میرے لئے اتن سے کہیں بہتر ہے کہ قیمتی کپڑے بہن لوں اور فقیر و مسکین کو چھوڑ دوں۔

میلاد شریف کی کتاب لکھنے پر انعام

ابن خلکان نے حافظ ابو الخطاب بن دحیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ اعیان علماء اور مشاہیر فضلاء سے تھے 'غرب سے آئے' شام و عراق میں داخل ہوئے اور ۶۰۴ھ میں اربل پر سے گزرے وہاں کے ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین کو میلاد نبوی ﷺ کا اہتمام کرتے ہوئے پایا تو اُن کے لئے "کتاب التدویر فی مولد البشیر العذیر" تیار کر دی اور خود اُن کے سامنے پڑھ کر سنائی۔ سننے کے بعد ملک مظفر الدین نے انہیں ایک ہزار اشرفی بطور انعام دی۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ۶۲۵ھ میں ہم نے اُن سے چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنی ہے جب وہ سلطان کو سناتے تھے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بہر حال میلاد النبی ﷺ کا جو اہتمام ملک مظفر ﷺ نے کیا تھا شاید کسی نے نہ

ہم نے اُن سے چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنی ہے جب وہ سلطان کو سناتے تھے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بہر حال میلاد النبی ﷺ کا جو اہتمام ملک مظفر ﷺ نے کیا تھا شاید کسی نے نہ اُن سے پہلے ایسا اہتمام کیا اور نہ اُن کے بعد اسی لئے بعض علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ میلاد النبی ﷺ انہی کی ایجاد ہے اور انہی کی قائم کی ہوئی بدعت گو کہ ان بزرگوں نے بھی یوم میلاد منانے کی پوری تائید فرمائی ہے اور اس کی تعبیر بدعت حسنہ سے کی ہے مگر سنت نبوی سے ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد اور خلفائے راشدین کے ارشادات کے باوجود (جیسا کہ اوپر تفصیلات گزر چکی ہے) بدعت کہنا محل نظر ہے۔

میلاد النبی ﷺ کا شرعی حکم کیا ہے؟

علامہ جلال الدین سیوطی ﷺ اور علامہ حافظ ابن حجر ﷺ کے دو فتوے ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں یہ دونوں فتوے اور علامہ سیوطی ﷺ کی بعض دیگر علمی تحقیقات "زرقانی" کی شرح "میتوفیہ" کے حاشیہ "اجموری" سے لی گئی ہیں۔

(۱)..... علامہ جلال الدین سیوطی ﷺ کا فتویٰ:

علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی ﷺ (متوفی ۹۱۱ھ) نے اس حاشیہ میں ایک استفتاء اور اُس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

سوال ہے ماہ ربیع الاول میں مولد النبی ﷺ کے عمل سے متعلق اور یہ کہ اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب یہ دیا ہے کہ عمل مولد لوگوں کا جمع ہونا ہے اور جتنا ہو سکے قرآن پڑھنا ہے

اور اُن اخبار کی روایت کرنی ہے جو نبی کریم ﷺ کے امر و شان کے آغاز کے بارے میں وارد ہوئی ہوں اور اُن آیات و نشانوں کی روایت بھی جو آپ کی ولادت سے متعلق آئی ہوں پھر دسترخوان بچھا دیا جاتا ہے لوگ اس پر کھالینے کے بعد واپس ہو جاتے ہیں کوئی زیادتی یا اضافہ اس پر نہیں ہوتا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو ان بدعاتِ حسنہ سے تعلق رکھتی ہیں جن پر ان کا صاحب اجر و ثواب پاتا ہے کیوں کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی قدر و شان کی تعظیم ہے اظہارِ فرح و سرور ہے اور نبی کریم ﷺ کے میلاد شریف پر خوشیاں منانا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے (اس انداز یعنی شان و شوکت) جس نے اس کی ابتداء کی وہ ملک مظفر الدین ابوسعید کو کبریٰ بن زین الدین علی بن بکتین ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اور ان کے جشنِ میلاد کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے۔ رہا یہ کہنا کہ میلاد النبی ﷺ کی ابتداء انہوں نے کی محلِ نظر ہے اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ اس شان و شوکت کی تقریب پہلے کبھی کسی نے نہیں کی تھی اور آج تک بھی کسی نے نہیں کی ہے۔

(۲)..... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

شیخ الاسلام حافظ ابوالفضل ابن حجر عسقلانی الشافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح البخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۲ھ) سے عمل مولد کے بارے میں جب سوال ہوا تو انہوں نے یہ جواب دیا: عمل مولد بدعت ہے قرونِ ثلاثہ کے کسی سلف صالح سے (اس انداز یعنی دھوم و دھام سے) سے منقول نہیں لیکن اس میں چند خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں اور چند خرابیاں بھی جو کوئی اس عمل میں خوبیوں کا خیال کرے اور برائیوں سے اجتناب رکھے تو یہ بدعت حسنہ ہوگی اور جو ایسا نہ کرے تو نہیں۔

شیخ الاسلام نے مزید فرمایا کہ میرے لئے اس کی خیریت ایک اصل ثابت پر ظاہر ہوئی ہے وہ یہ کہ صحیحین میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ

تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا اُن سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ”اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔“

اس سے حاصل یہ ہوا کہ اللہ نے کسی معین دن میں کسی نئی نعمت سے اگر نوازا ہو یا کسی نعمت (عذاب) و سزا کو دفع فرمایا ہو تو اس کا شکر ادا کرنا پڑے گا اور ہر سال اس جیسے دن میں اس کا اعادہ بھی کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر عبادات کے مختلف انواع و اقسام سے حاصل ہوا کرتا ہے جیسے تجوّدِ روزہ، صدقہ اور تلاوت۔ ابن حجر اپنے فتوے میں لکھتے ہیں کہ اس دن اس ہی رحمتِ ﷺ کے بروز و ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت عظیم تر ہو سکتی ہے ابتداء میں سزاوار ہے کہ اس خاص دن کا قصد کیا جائے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یومِ عاشوراء کے قصہ کے ساتھ مطابقت حاصل ہو جائے اور اس کا پورا لحاظ رہے۔

میلاد کے لئے دن کا تعین

بعض لوگ مہینہ کے کسی دن بھی عملِ میلاد مقرر کرنے میں پرواہ نہیں کرتے اور بعض لوگوں نے تو گنجائش یہاں تک نکال لی ہے کہ سال کے کسی دن بھی یومِ میلاد کو منتقل کر دیتے ہیں مگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ محلِ نظر ہے (جیسا کہ یومِ معین عاشورے کے روزے سے ظاہر ہے) فرماتے ہیں کہ یہ اصل عملِ میلاد سے متعلق بحث تھی لیکن اس کے اندر جو عمل ہوتا ہے اس میں ان امور کی حد تک اختصار ہونا چاہئے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر مفہوم ہوتا ہو جیسے تلاوت، کھانا کھانا، خیرات اور کچھ ایسے مدارجِ نبویہ و زہدیانہ کا پڑھنا جو کارِ خیر اور عملِ آخرت کی طرف قلوب میں تحریک پیدا کرے۔ رہ جاتا ہے سماع اور لہو وغیرہ جیسی چیزیں تو اس تعلق سے یہ کہنا چاہئے کہ

ان میں جو چیزیں مباح ہیں اور ایسی کہ اس دن کے سرور میں کمی پیدا نہیں ہوتی ہوتی ہوں ان کا الحاق اس کے ساتھ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر حرام ہو یا مکروہ تو اسے منع کر دیا جائے گا۔ اسی طرح جو چیزیں خلاف اولیٰ ہوں تو ان سے بھی روکا جائے گا۔

حصولِ نعمت پر اظہارِ تشکر مستحب ہے

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے میلاؤ النبی ﷺ کے سلسلہ میں ایک اصل ثابت کی جو تخریج فرمائی ہے اس کو دیکھنے کے بعد میرے لئے بھی ایک دوسری اصل کی تخریج ظاہر ہو گئی ہے اور وہ محدث تہذیبی رحمہ اللہ کی حدیث ہے جس کی سند انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک پہنچائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے اعلانِ نبوت کے بعد حقیقہ کیا باوجودیکہ روایتوں میں وارد ہے کہ آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے بہت پہلے پیدائش کے بعد ہی آپ کا حقیقہ کر دیا تھا اور حقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔

میلا دمبارک پر جو دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اظہارِ تشکر مستحب ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کو معمول کرنا ہوگا اس بات پر کہ آپ نے یہ کام اظہارِ شکر کے طور پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمتہ العالمین بنایا اور آپ کی امت کو شرف عطا فرمایا جیسا کہ آپ خود اپنے آپ پر دوڑ دھبی پڑھا کرتے تھے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح ہمارے لئے محبت میں آپ کی میلا پر شکر کا اظہار مستحب ہے کہ سب جمع ہوں کھانا کھائیں اور بھی ایسے وجوہ قربات ہوں اور اظہارِ مسرت!۔ پھر میں نے امام القراء حافظ شمس الدین الجوزی کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی کتاب ”عرف اعراف بالمولد الشریف“ میں لکھا ہے کہ ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھا..... (یہ پوری روایت صحیح بخاری کے حوالہ سے گزر چکی ہے)۔

میلا دشریف کے دن تعطیل کا اہتمام

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کمال اذفری نے ”طالع السعد“ میں لکھا ہے کہ ہم سے ہمارے صاحبِ عدل ناصر الدین بن محمود بن العباد نے یہ حکایت بیان کی کہ ابو الطیب محمد بن ابراہیم الشیخی المالکی بلدہ قوص میں تھے جو علماءِ عالمین میں سے تھے میلاؤ النبی ﷺ کے دن وہ مکتب میں تھے اور کہہ رہے تھے: اے فقیہ! یہ یوم سرور ہے بچوں کو واپس گھروں کو بھیج دیجئے تو وہ ہم کو واپس کر دینے لگے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی دلیل ہے اس کی تقریر اور عدم انکار پر اور یہ شخص فقیہ مالکی تھا علوم میں ماہر و تجربہ کار تھا اور زاہد متقی ابن حبان وغیرہ نے ان سے روایتیں لی ہیں اور ۶۹۵ھ میں انہوں نے وفات پائی ہے۔

یوم میلا دمنا تا بدعت ضلالہ ہرگز نہیں

آخرت و جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جس طرح دیدارِ الہی کی ہے اسی طرح دنیا کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایک مؤمن کے حق میں یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے آقائے نامدار ﷺ کے غلاموں میں اسے پیدا کیا اور حلقہ بگوشِ اسلام بنایا اس نعمت غیر مترقبہ کے شکرانے میں اتباعِ سنت کی نیت سے ہر ہفتہ بروزِ دو شنبہ روزہ اگر نہ بھی رکھے تو کم از کم سال میں ایک بار تاریخِ میلا دمبارک پر اگر عبادت کی جائے خواہ عبادت بدنی ہو یا مالی جیسے نماز روزہ ختم قرآن خیر خیرات اور اہتمامِ طعام وغیرہ تو کیا یہ تمام طاعات سنت کی اتباع میں متصور ہوں گی یا بدعت قرار دی جائیں گی؟ تھوڑی دیر کے لئے اگر اسے بدعت مان بھی لیا جائے تو ہر بدعت اور نبی بات مردود نہیں اور نہ بدعتِ سیدہ ہے۔

اقسامِ بدعات

امام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب القواعد“ کے اخیر میں بدعات کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں.....

۱:..... بعض بدعات حرام ہیں جیسے مذاہب قدریہ، جبریہ، مرجیہ و مجسمہ (لیکن ان مذاہب و عقائد باطلہ کی تردید بدعت واجبہ بتلائی گئی ہے کیونکہ ان بدعات سے شرع شریف کی حفاظت فرض کفایہ ہے)۔

۲:..... بعض بدعات مندوب و مستحب ہیں رباطوں کا بنانا اور مدارس کا قیام اور ہر وہ نیک کام جو عصر اول میں نہیں پایا جاتا جیسے دقائق تصوف میں کلام کرنا (ترواح) کو بھی بدعت مندوبہ میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ اس تعلق سے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

”لِعُمَّتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“ ﴿مکتوۃ باب قیام شہر رمضان دوسری فصل﴾

ترجمہ:- یہ کتنی اچھی بدعت ہے!

۳:..... بعض بدعات مکروہ ہیں جیسے مساجد کا نقش و نگار اور مصاحب کی آرائش و زیبائش۔

۴:..... بعض بدعات مباح ہیں جیسے فجر و عصر کے بعد کا مصافحہ اور کھانے پینے کے لئے لذیذ چیزوں کا اہتمام کرنا۔

۵:..... بعض بدعات واجب ہیں جیسے عربی گریر سیکھنا اور اعراب قرآن۔

قرآن میں بدعت رہبانیت کا بیان بلا کسی انکار کے

قرآن کریم نے ”رَهْبَانِيَّة“ یعنی ترک دنیا و عزالت لٹینی وغیرہ کی تعبیر ضرور لفظ بدعت کے ساتھ کی ہے مگر اس کی تردید نہیں فرمائی بلکہ تعریف و توصیف فرمائی ہے کہ اس میں مولیٰ تعالیٰ کی رضا جوئی مضمر تھی البتہ شکایت اس حد تک ضرور ہوئی ہے کہ

انہوں نے اُسے نباہا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَن رَّعَاهَا فَقَدْ رَاعَىٰ حَقًّا“

﴿پ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۷﴾

”ہم نے پیروان عیسیٰ بن مریم کے دلوں میں نرمی و رحمت اور وہ رہبانیت ڈالی جس کو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالا ہم نے اُن پر فرض نہیں کی تھی“ ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں پیدا کی پھر اُسے نہیں نباہا جیسے نابہنے کا حق تھا۔

جمع قرآن تحریک اور اس میں پس و پیش کی وجہ

قرآن کو ہم عصر رسالت میں تو جمع نہیں ہوا تھا کہ وہ بدعت نہ ہو، عہد صدیقی میں اسی (۸۰) حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم جب جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریک پر خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے تو انکار ہی کیا کرتے رہے اور یہ فرماتے کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو میں نہیں کرتا؟ گویا اسے بدعت سمجھ رہے تھے، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا اصرار بڑھتا گیا تا آنکہ خلیفہ رسول نے فرمادیا کہ میرا سینہ اس چیز کے لئے کھل گیا جس کے لئے عمر کو شرح صدر ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ نے جمع قرآن کا حکم دیا اور انتظام فرمادیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا اس طرح سب کا اجماع ہو گیا۔

آپ ﷺ کے ظاہر وصال مبارک کے بعد یہی وہ پہلی بدعت تھی جو اس طرح ظہور میں آئی بدعات واجبہ میں اس کا شمار ہے جو عین ہدایت و صواب ہے۔ بدعت ضلالہ بدعت مذمومہ کا یہاں اطلاق کفر کا ہوگا۔

بدعت کی تعریف اور اس کا حکم حدیث کی روشنی میں

پہلے ہم کو بدعت کے شرعی معنی متعین کرنے کی ضرورت ہے حدیث شریف میں ”بدعت“ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ ”دین کے اندر کوئی ایسی نئی بات نکالی جائے جو از قسم دین نہ ہو۔“ یعنی کتاب و سنت میں اس کی سند نہ ظاہر ہو نہ خفی نہ ملحوظ ہو نہ مستقط اور بدعت کا حکم یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ مردود ہے اور ناقابل قبول ارشاد مبارک ہے۔۔۔۔۔

”مَنْ أَحْدَثَ فِيهِ أَمْرًا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“
﴿مکتوۃ شریف، باب الاعتصام ص ۲۷ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم تفسیر علیہ﴾

سنت کے اصلی معنی

یوم میلا و منانا اول تو نئی بات نہیں پھر جب کہ وہ از قسم دین ہے تو اس پر بدعت کا اطلاق کیسے صحیح ہو سکے گا لہذا یا تو اسے بجائے بدعت کے سنت ہی کہئے اور اگر سنت نبوی ماننے میں تامل ہو تو کم از کم کسی بھی شخص کا ڈالا ہوا ایک اچھا طریقہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا جس کی تعبیر زبان نبوت نے ”سنت“ ہی کے ساتھ کی ہے نہ کہ بدعت کے ساتھ اور اس کی جزاء بھی اتنی زائد تلافی ہے کہ اسے خود اس کے اس عمل کا اجر ملے گا اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ قیامت تک اُس کے اس طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے ان سب کا اجر بھی اُسے ملتا رہے گا۔۔۔۔۔

”مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ“
﴿مکتوۃ شریف کتاب العلم ج ۱ ص ۳۳ بحوالہ صحیح مسلم﴾

کسی چیز کے حسن و قبح کا معیار

بایں ہمہ اگر اسے ”سنت“ کہنے میں تامل ابھی باقی ہے اور بدعت کہنے پر اصرار تو پھر ”بدعت حسنہ“ یعنی اچھی بدعت کہنے سے کیوں گریز ہے؟ کسی چیز کے اچھے ہونے کا معیار تو صرف اس قدر ہے کہ مسلمان اس کو اچھا سمجھیں ”مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ“ جس کسی چیز کو مسلمان اچھی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔ ﴿مرقاۃ۔ باب الاعتصام﴾

بدعت ضلالہ کی وضاحت حدیث کی روشنی میں

بناء بریں بدعت حسنہ ہونے مقبول و مطلوب ہوگی اور جو بدعت سیرہ (بری بدعت) ہوگی وہ مردود ہوگی اور اس کی تعبیر بدعت ضلالہ سے بھی کی گئی ہے حدیث شریف میں بطور صفت اس کی توضیح اس طرح کی گئی ہے ”لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ“ یعنی بدعت ضلالہ ایسی کہ نہ اللہ اس سے خوش ہو اور نہ اس کے رسول اس سے راضی۔
﴿مکتوۃ باب الاعتصام ص ۳۰ بحوالہ جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ﴾

امت محمدی کا ضلالت پر جمع نہ ہونا اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہونا

ضلالت و گمراہی کے تعلق سے یہ پیشین گوئی بھی ملتی ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالِ أُمَّةٌ مَحْمُودٌ عَلَى الضَّلَالَةِ وَيَنْدُ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ“ میری امت کو یا فرمایا: امت محمد کو اللہ تعالیٰ ضلالت و گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ ﴿مکتوۃ باب الاعتصام دوسری فصل ص ۳۰ بحوالہ جامع ترمذی﴾

قرآن کریم میں ہے: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا“

﴿پ ۵ سورۃ نساء آیت ۱۱۵﴾

”اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور

مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اجماع اُمت کی بحث

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت شریفہ کی بناء پر ”اجماع اُمت“ ایک مستقل اصل دین اور دلیل شرعی قرار دیا گیا ہے ائمہ اہل سنت کے پاس صرف کتاب و سنت میں کوئی حکم نہ ملے تو اجماع اُمت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس کو اتنی بڑی اہمیت حاصل ہے کہ صحابہ کرام کا اجماع اگر ہے تو اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اور صحابہ کرام کا اجماع کتاب اللہ کی آیت کے مرتبہ میں ہے لیکن اگر بعض صحابہ سکوت اختیار کئے ہوں اور بعض سے حکم منصوص ہو تو یہ اجماع خبر متواتر کے درجہ میں ہے اور اس کا انکار بھی کفر ہوگا اور صحابہ کرام کے بعد کے بزرگوں کا اجماع ہو تو اس کی حیثیت خبر مشہور کی ہوگی جس سے علم یقینی تو حاصل نہ ہو سکے گا مگر اطمینان بہر حال حاصل ہو جائے گا۔ ادنیٰ مرتبہ میں متاخرین کا اجماع ہے پھر وہ بھی صحیح خبر واحد کے درجہ میں ہے تاہم اسے اس قیاس پر تقدم و فوقیت حاصل رہے گی جو اصول دین میں سے اصل چہارم ہے (یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اجماع میں عوام کے قول کا اعتبار نہیں اہل الرائے علمائے زمانہ کے اتفاق کو اہل سنت ہوں اجماع کہتے ہیں) اجماع کی بحث بدعت ضلالہ کے سلسلہ میں ضمناً آگئی دراصل سنت نبوی کی وضاحت کرنی تھی تقابلی مطالعہ کے طور پر سنت کی ضد بدعت کی بھی مزید وضاحت کر دی گئی کہ یوم میلاد منائے کا شرعی حکم معلوم ہو سکے کہ وہ بدعت ہے یا سنت۔

قرآن ایک قانون و دستور ہے اور امر کلی

بن باز کا کہنا ہے کہ خدا نے کسی کے یوم پیدائش منانے کا حکم نہیں دیا ہے

چار اصول دین و دلائل شرعیہ میں (جو ائمہ مجتہدین کے پاس مسائل کے پیچھے ہوتے ہیں اور انہی پر ان کا اجتہاد مبنی ہوا کرتا ہے) اصل اول کتاب اللہ ہے سنت کو ثانوی درجہ حاصل ہے اور اجماع تیسرے درجہ میں آتا ہے چوتھے مرتبہ میں قیاس ہے جو کتاب و سنت اور اجماع پر علی الترتیب ہوتا ہے اس طرح قیاس کوئی مستقل اصل نہیں۔ بن باز نے لکھا ہے کہ ”خدا نے ہم پر کسی اور شخص کے یوم پیدائش کی تقاریب منانے کا حکم نہیں دیا ہے“ دعویٰ بھی تو اس کا کسی نے نہیں کیا ہے کہ اس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر حکم دیا ہوتا تو پھر ان تقاریب کا منانا فرض ہو جاتا جس کا کوئی قائل نہیں منانے کا اگر حکم نہیں دیا ہے تو نہ منانے کا حکم کب دیا ہے؟ یہ سب عشق و محبت اور حسن عقیدت کے تقاضے ہیں۔ قرآن ایک مکمل قانون اور دستور ہے جس میں تو ان کی سی تفصیلات و جزئیات نہیں ملتیں بہت سارے فرائض ایسے بھی ملیں گے جن کا قرآن میں کوئی تذکرہ نہیں جیسے ظہر و عصر و مغرب و عشاء اور فجر کی نمازیں پھر ان کی رکعات کی تعداد کیا قرآن میں اللہ کا حکم نہ ملنے سے ان کی فرضیت قابل تسلیم نہ ہوگی؟ جب فرائض و ضروریات دین کا قرآن میں صراحتاً کوئی ذکر نہیں ہے تو مندوبات و مستحبات اور مباحات کو کہاں سے لایا جائے؟ قرآن میں صرف حرام چیزوں کی فہرست دی گئی ہے کہ مردار و خون اور سور کا گوشت وغیرہ تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں ”حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الْمَيْمُتَةُ وَالْمَيِّتَةُ وَلَحْمُ الْخَيْلِ“ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳) اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے سوا تمام چیزیں حلال ہیں حلال چیزیں بہت زائد ہیں اس لئے ان کی تفصیل نہیں بیان کی جاتی اسی لئے علمائے کرام کے پاس یہ امر مسلم ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور ہر چیز جائز ہے تا وقتیکہ اس سے منع نہ کر دیا جائے ایسی صورت میں یوم میلاد کی ممانعت ثابت کرنے کی ذمہ داری مخالف پر عائد ہوگی۔

عجیب و غریب منطق

سنت و بدعت کے ثبوت کی تلاش حدیث کی بجائے قرآن میں

یہ دعویٰ بھی عجیب و غریب منطق ہے کہ ”قرآن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کا انعقاد بدعت ہے۔“ بدعت کا ثبوت تو سنت کی روشنی میں ہوگا نہ کہ قرآن کی روشنی میں بدعت و سنت کی بحث پوری تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے کہ بدعت و سنت آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں سنت و احادیث شریفہ سے اس کا ثبوت نہ ملنا بدعت ہونے کی دلیل ہوگی قرآن میں سنت یا احادیث زیر بحث کیسے آسکیں گے پھر سنت کی ضد بدعت کے تذکرے کا بھی قرآن کے اندر کیا موقع ہے!.....

”فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْفُؤَادِ لَا يَكَادُونَ فَفَقَهُونَ حَدِيثًا“ ﴿سورۃ نساء آیت ۷۸﴾
ترجمہ:- ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی حدیث کی فقہ رکھتے، یعنی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

اصول دین میں پہلا نمبر کتاب اللہ کا ہے یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ہر حکم کتاب اللہ کی عبارت اخص یا دلالت اخص ہی سے ثابت ہو بہت سارے احکام شرعیہ اشارۃ اخص یا اقتضاء اخص سے بھی ثابت ہوتے ہیں اسی لئے مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے.....

”وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يُسْتَبْطُونَ مِنْهُمْ“ ﴿پ ۵ سورۃ نساء آیت ۸۳﴾

ترجمہ:- اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔

قرآن کریم سے استنباط احکام و مسائل ائمہ مجتہدین اور علمائے عظیمین کا کام

ہے۔ غور کرنے پر بہت ہی آجوں سے اشارۃ اخص اور اقتضاء اخص کے طور پر عید میلاد النبی ﷺ کا ثبوت مل جائے گا۔

◆◆◆◆◆

”آیات قرآنی“

حضور کے وسیلہ سے فتح و نصرت کا طلب کیا جانا

صدیوں سے ہی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کے ڈکے بچ رہے تھے۔ بڑے بڑے انبیاء کرام نے بشارتیں دیں، سماوی پیشین گوئیاں پائی گئیں صدیوں سے زمین و آسمان میں غلغلے مچے ہوئے تھے ابھی دُنیا میں آپ ﷺ کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا کہ اہل کتاب آپ ﷺ کا وسیلہ لے کر فتح و نصرت کی دُعائیں کیا کرتے تھے اور اس واسطے سے وہ دُعائیں قبول بھی ہو جایا کرتی تھیں جس کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

”وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِمْ فَلَقِيَ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ“ ﴿پ ۱ سورۃ بقرہ، آیت ۸۹﴾

ترجمہ:- اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے ان کے پاس آیا وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

حضور اکرم ﷺ دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے دوسری اُمتوں کے واسطے

قضائے حوائج و فتح و نصرت کے لئے جب وسیلہ اور جلاوادی تھے تو کیا اپنی امت کے لئے جو ایمان و عرفان پر فائز ہیں، وسیلہ نہ بنیں گے خاص کر میلاد مبارک کے دن جو ایک یادگار دن ہے فتح و نصرت اور کامیابیوں کا۔

حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم میلاد کی خصوصیات

اب کتاب اللہ کی اور دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں.....

۱:..... حضرت یحییٰ علیہ السلام کا یوم میلاد یوم وفات اور یوم البعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام یعنی سلامتی و امان ہے:

”وَسَلِّمْ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَتْ وَيَوْمَ مَاتَتْ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا“

﴿پ ۶۶ سورہ مریم آیت ۱۵﴾

ترجمہ:- اور یحییٰ پر سلام ہو اُن کے میلاد کے دن اور اُن کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

۲:..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ نو مولود بچے نے کہا:

”وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا“۔

﴿پ ۶۶ سورہ مریم آیت ۳۳﴾

ترجمہ:- مجھ پر امن و سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں وفات پاؤں گا اور جس روز مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

اولیاء اللہ کے لئے بھی دنیاوی مبشرات کا حاصل ہونا

اولیاء کرام میں جو بھی شخص ان کے بعد ان کے مقام کا وارث ہو اللہ تعالیٰ اُس سے بطریق فیض والہام فرماتا ہے.....

”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَوْمَ وَلِدْتَ وَيَوْمَ تَمُوتُ وَيَوْمَ تُبْعَثُ حَيًّا“ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا عَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“: مجھ پر سلام ہو جس دن تو پیدا ہوا اور جس دن تو مرے گا اور جس دن تو زندہ اٹھایا جائے گا خبردار اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور یہ بات دنیوی مبشرات کے اقسام سے ہے جس کی طرف اس ارشاد باری میں اشارہ ہے.....

”لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا“ ﴿پ ۱۰۱ سورہ یونس آیت ۶۴﴾

ترجمہ:- انہی کے لئے خوشخبری ہے دنیاوی زندگی میں۔

سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کا مقام تو بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے ان کے یوم میلاد میں سلام نازل ہونے کے تعلق سے کیا کسی مسلمان کو کوئی شبہ آسکتا ہے!

بشری یا بشارۃ اس خبر کو کہتے ہیں جو فرحت بخش اور مسرور کن ہو ایسی خوشخبری دینے والے کا نام مبشر ہے اس طرح ”مبشر“ کے معنی ہو گئے خوشخبری دینے والا فرحت بخش خبر پہنچانے والا۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک اور پیشین گوئی منقول

ہے.....

”وَمَوْصَرًّا إِلَىٰ رُسُلٍ يَأْتِيهِمْ مِنْ بَعْدِي أَسْمُهُ أَحْمَدُ“

﴿پ ۲۸ سورہ صف آیت ۶﴾

ترجمہ:- اور ان رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں

گئے اُن کا نام احمد ہے

سبحان اللہ! بچوں کے نام پیدائش کے ساتویں روز ماں باپ رکھتے ہیں ولادت

پاک سے سات سو پچاس (۷۵۰) سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُن کا

نام ”احمد“ ہے، معلوم ہوا کہ اُن کا نام کسی آدمی نے نہیں رکھا، رب تعالیٰ نے رکھا ہے کب رکھا ہے؟ یہ تو رکھنے والا ہی جانے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے رسالتِ آپ ﷺ کے تعلق سے پیشین گوئی میں ”یَسْمِی“ کہہ کر آپ کے اتیان یعنی آمد آمد کی سیکڑوں برس پہلے تشہیر فرمادی، پھر اس تشہیر میں تشہیر کی یہ شان ظاہر ہو رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بحیثیت مَنشَرِ خود بھی خوش بخوش ہیں، کیسی صاف بشارت ہے، حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی اُمّت کو حضور ﷺ کی ولادت کا کیسا منتظر بنایا اور شوق دلایا ہے! اور وہ سارے انبیاء اور اُمّتیں بھی آخر الزمان میں ﷺ کی تشریف آوری پر صدیوں خوشیاں مناتے رہے ہیں جن تک یہ بشارت وقتاً فوقتاً ہو چُختی گئی ہے۔ افسوس کہ آج کا مسلمان ہم سے کہہ رہا ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشی منانا اور مسرتوں کا اظہار بدعت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی شان خود بیان فرمائی

خلقت و آفرینش آدم علیہ السلام سے بھی پہلے آپ ﷺ خاتم النبیین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے پاس خاتم النبیین اس وقت لکھا جا چکا ہوں جب کہ آدم علیہ السلام اپنے آب و گل یعنی خلقت و آفرینش میں پڑے ہوئے تھے (کہ ابھی تک ندان کی صورت گری ہوئی تھی اور نہ روح کا تعلق جسد سے قائم ہوا تھا)۔

دُعاءِ ابراہیمؑ بشارتِ مسیحی ﷺ اور سیدہ آمنہ کی روایا

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِي دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَبَشَارَتُ عِيسَى

وَرَوَّيَا أُمِّي أَلْتِي رَأَتْ جَمْرًا وَضَعْتَنِي وَقَدْ خَرَجَ لَهَا مِنْهُ قَصُورُ الشَّاهِرِ ﴿مَقْلُودَةُ شَرِيف بَابِ فَعَالٍ سَيِّدِ الْمُرْتَلِينَ ص ۵۱۳ بحوالہ شرح السنہ بروایت مرہاش بن ساریہؓ و بحوالہ مستدام احمد بن حنبل بروایت ابو امامہؓ﴾

اور تمہیں اب میں بتلاتا ہوں اپنی شان کا آغاز تمہیں ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء ہوں اور مسیحی علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ محترمہ کا وہ روایہ جو میری ولادت کے وقت انہوں نے دیکھا تھا کہ اُن سے ایک نور چکا جس سے اُن کو شام کے محلات نظر آئے۔ ”دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ“ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس وقت کی دُعاء ہے جب کہ آپ اور آپ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے اور التجاء کر رہے تھے۔

”رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ“ ﴿پ: سورہ بقرہ آیت ۱۲۹﴾

ترجمہ:- اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستر افرمادے۔

”بَشَارَتُ عِيسَى“ قرآن کریم میں حضرت مسیحی علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک اور پیشین گوئی منقول ہے۔۔۔۔۔

”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ“

﴿پ: سورہ صف آیت ۶﴾

ترجمہ:- اور ان رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اُن کا نام احمد ہے

اس حدیث شریف کے آخری جزء ”وَرَوَّيَا أُمِّي أَلْتِي رَأَتْ جَمْرًا“

وَضَعْتَنِي“ کے تعلق سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”لمعات شرح مشکوٰۃ“ میں تحریر فرمایا ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے خواب میں ایک ایسا نور چکا جس سے شام کے محل اُن کو نظر آئے، مگر حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخبار آثار میں یہ روایات آئی ہیں کہ یہ رؤیا (دیکھنا) خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں ہوا اور خواب جو دیکھا تھا وہ یہ تھا کہ ایک آنے والا اُن کے پاس آیا اور کہا: کیا تم جانتی ہو کہ اس اُمت کے سردار اور اس کے نبی کے محل سے تم حاملہ ہو گئی ہو۔ آخر میں شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں رؤیا کو رؤیہ بالہین یعنی اپنی آنکھوں دیکھے حال پر محمول کرنا ہوگا، ورنہ عام طور سے رؤیا کے معنی خواب کے ہوتے ہیں اور آنکھوں سے کسی چیز کے دیکھنے کو بھی رؤیا کہا جاتا ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے تو یہ نور ظاہر ہوا تھا اگر آپ پر اس نور کی بدولت بیداری میں برائی العین تمام عالم منور ہو گیا ہو اور شام کے محل بھی انہیں نظر آنے لگے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں یہ نور تو وہی نور تھا جس کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....

”لَمَّا مِّنْ نُورِ اللَّهِ وَكُلُّ شَيْءٍ مِّنْ نُورِي“

ترجمہ:- میں اللہ کے نور سے بنا ہوں اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوئی۔

یہی وہ مقدس نور کہ جب آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا تو اُن کو مسجود ملائکہ بنا دیا۔

والدہ عثمان اور شفاء رضی اللہ عنہا کا انکشاف

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ جو میلاد شریف کی رات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھیں، بیان کرتی ہیں کہ قبل ولادت شریف گھر میں

جدھر میں نظر ڈالتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا اور اُس وقت ستاروں کی یہ کیفیت محسوس ہوتی تھی کہ گویا وہ اس مکان پر ٹوٹ پڑ رہے ہیں۔ شفاء رضی اللہ عنہا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ اس نور سے مجھے اس قدر انکشاف ہوا کہ مشرق و مغرب تک میری نظر پہنچنے لگی اور روم کے مکانات میں نے دیکھے۔

﴿المواہب اللدنیہ﴾ شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ خاصاً کبریٰ

عامر یمنی اور اُن کی بیوی کا مشاہدہ

اوروں نے بھی میلاد مبارک کے وقت دیکھا ہے کہ یہ نور تمام آفاق کو چھا گیا ہے چنانچہ عامر نے یمن میں ایسا ہی دیکھا، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ ہے کہ جب یمن کی سر زمین تک ظہور نور کے اثرات پہنچے تو عامر کو بت پرستی کے بعد اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی، حضور ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور آپ کے عشق و محبت میں کرامت کی موت پائی، اُن کا قصہ عقل و فہم کو متحیر کر دینے والا ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ عامر کے پاس ایک بت تھا اور اُس کی ایک لڑکی تھی جو قونج (درود شکم) اور جذام میں مبتلا تھی، وہ اپنا حج ہو گئی تھی اُٹھنے اور کھڑے ہونے کی بھی اُس میں طاقت نہ تھی، عامر کا طریقہ یہ تھا کہ بت کو کھڑا کر دیتا اور اپنی بیٹی کو اُس کے سامنے ڈال دیتا اور کہتا: یہ میری بیمار بیٹی ہے، آپ اس کی دوا کیجئے اور اگر آپ کے پاس شفاء ہو تو اسے اس کی بلاء سے شفاء دیجئے۔ سالہا سال تک وہ اسی طریقہ پر قائم رہا اور اس بت سے اپنی حاجت طلب کرتا رہا، مگر اُس بت نے عامر کی ضرورت پوری نہ کی۔

تمام آفاق پر نور چھا گیا

اس کے بعد جب عنایات کی ہوائیں توفیق و ہدایات کے ساتھ چلنے لگیں تو عامر نے اپنی بی بی سے کہا: ہم کب تک اس بہرے کو نگے پتھر کی عبادت کرتے رہیں گے جو نہ نکالتا ہے اور نہ کلام کرتا ہے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ہم سیدھے دین پر ہیں، اُس کی بی بی نے اُس سے کہا: ہم کو کسی راستہ پر لے چلو ہو سکتا ہے کہ ہم کوئی دلیل حق کی طرف دیکھ لیں یہ تو ضروری ہے کہ ان مشارق و مغارب کا ایک ہی خدا ہو جو خالق ہو راوی نے کہا: اس اثناء میں کہ وہ دونوں اپنے گھر کی چھت پر تھے یکا یک دونوں نے ایک ایسے نور کا مشاہدہ کیا جو آفاق پر چھا گیا ہے اور ضیاء و اشراق سے وجود کو بھر دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی نظروں سے اُن کی ظلمت و تاریکی کے بعد پردہ ہٹا دیا تاکہ غفلت کی نیند سے جاگ اٹھیں، اس کے بعد انہوں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ مضمیں باندھے ہوئے ہیں اور بیت اللہ شریف کو گھیرے ہوئے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھا کہ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں زمین مردہ ہو گئی ہے نہ اس کی سرسبزی باقی ہے نہ شادابی درخت جھک گئے ہیں اور فرحتیں و مسرتیں درجہ کمال کو پہنچ گئی ہیں اور ایک منادی نداء کر رہا ہے کہ نبی ہادی ﷺ ابید اہو گئے پھر اُس بت پر نظر ڈالی تو دونوں نے اُسے اُلٹا دیکھا اُذلت اُس پر چھا گئی ہے اور پورا پورا اُس کو پلٹا دیا گیا ہے عامر نے اپنی بی بی سے کہا: کیا خبر ہے؟ اُس نے کہا: بت کو دیکھو اُس کو کہتے ہوئے دونوں نے سنا: بڑی خبر ظاہر ہو گئی ہے اور جس نے وجود کو شرف و فخر عطا کیا ہے اُس کی ولادت ہو گئی ہے اور نبی منتظر ہیں جن سے شجر و حجر خطاب کریں گے اور چاند اُن کے لئے شق ہو جائے گا اور وہ ربیعہ و مضر کے سردار ہیں۔ عامر نے اپنی بی بی سے کہا: کیا تم وہ سب باتیں سن رہی ہو جو یہ پتھر کہہ رہا ہے؟ اُس نے کہا اس سے پوچھو کہ اُس مولود (نورائیدہ بچہ) کا نام کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے وجود کو منور کیا ہے اور اس سے آباء

واجداد کو مشرف فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: اے ہاتف مورود (وارد کئے ہوئے ہاتف فیبی) جو اس سخت پتھر کی زبان پر کلام کرنے والا ہے جس نے آج بات کی ہے اُس مولود کا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا: محمد مصطفیٰ ﷺ ابن زم زم و الصفا ہے اُن کی سرزمین تہامہ ہے اُن کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جب وہ چلیں گے تو ابر اُن پر سایہ نکلن ہوگا۔

نور مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے اپنا ج لڑکی تندرست ہو گئی

پھر عامر نے اپنی بی بی سے کہا: ہمارے ساتھ اُن کی تلاش میں نکلو تاکہ اُن کے ذریعہ حق کا راستہ پائیں۔ اُس کی بیمار بیٹی جو گھر کے نچلے حصہ میں پڑی ہوئی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھت کے اوپر کھڑی ہے۔ باپ نے کہا: میری بیٹی! تمہارا دکھ درد جس کو تم پاتے تھے کہاں چلا گیا؟ اور تمہاری رات بھر کی بیداری جس میں ہمیشہ تم جھلا رہا کرتی تھیں کیا ہو گئی؟ اس نے کہا: میرے ابا! میں سو رہی تھی اور خواب دیکھ رہی تھی یک بیک کیا دیکھتی ہوں کہ ایک نور میرے سامنے ہے اور ایک شخص میرے پاس آیا ہے میں نے کہا: یہ نور کیا ہے جس کی روشنی مجھ پر چمکی ہے؟ کہا گیا کہ یہ نور ولد عدنان کا ہے جس سے کائنات و موجودات معطر ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا: اُن کے اسم معظم سے مجھے باخبر کیجئے تو اُس نے کہا: اُن کا نام احمد و محمد ہے عاجز پر رحم فرمائیں گے اور قصور وار کو معافی دیں گے۔ میں نے کہا: اُن کا دین کیا ہے؟ کہا جیسی ربانی ہے۔ میں نے کہا: اُن کا نسب کیا ہے؟ کہا: قریشی عدنانی ہے۔ میں نے کہا: وہ کس کی عبادت کریں گے؟ کہا: محمد بن (حافظ) حمدانی کی۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ کہا: اُن فرشتوں میں سے ایک ہوں جو آپ کے جمال نورانی سے مشرف ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ اس دکھ درد کو نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں میں جھلا ہوں! کہا: ان کا وسیلہ تو کیونکہ اُن کے رب قدیم و قریب نے فرمایا ہے: میں نے اپنا سر اور برہان ان کے اندر رکھ دیا

ہے جو کوئی مجھ سے دُعا کرے آپ کے واسطے سے میں اُس کی مصیبت کو دُور کروں گا اور قیامت کے دن ہر اُس شخص کے بارے میں آپ کی شفاعت کو قبول کروں گا جس نے نافرمانی کی ہوگی۔

اُس کے بعد میں نے اپنے ہاتھ اور انگلیاں دراز کیں اور غلو صی دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر اور تمام اعضاء پر پھیرے اس کے بعد نیند سے جب بیدار ہوئی تو جیسے آپ مجھے دیکھ رہے ہیں قوی ہوں اور صحیح و تندرست ہوں۔

عامر کا مکہ پہنچ کر دیدار سے مشرف ہونا

عامر نے اپنی بی بی سے کہا: اس مولود کا کوئی راز اور برہان ہے ہم نے اس کی آیات (نشانیوں) سے عجائبات دیکھے ہیں ضرور میں اُس کی محبت میں وادیوں اور ٹیلوں کو طے کر ڈالوں گا۔ عامر پوری تیاری کے ساتھ مکہ کے ارادہ سے چلے وہاں پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا پتہ پوچھا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُن سے کہا: ہم کو اس مولود کا جمال دکھائیے جس سے اللہ تعالیٰ نے وجود کو منور کر دیا اور آباء و اجداد کو مشرف فرما دیا ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں تمہارے سامنے اسے باہر نہیں لاسکتی کیونکہ میں اس پر یہود سے خوف زدہ ہوں۔ عامر نے عرض کی: ہم نے اس کی محبت میں اپنے وطن کو چھوڑا ہے اور اپنے دین اور ادیان کو اس لئے ترک کر دیا ہے کہ اس حبیب پاک کے جمال کو دیکھ لیں جس کا قصد کرنے والا عرم نہیں ہوتا۔ فرمائیں: اگر تمہارے لئے اس کی دیدار اتنی ضروری ہے تو ٹھہرو اور تھوڑی دیر صبر کرو جلدی نہ کرنا۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے سامنے سے ہٹ گئیں اور اُن سے کہا: اندر آئیے سب اس گھر میں داخل ہو گئے جس میں نبی مکرم رسول معظم ﷺ تھے جب انہوں نے حبیب پاک کے انوار کا دیدار کیا تو حواس باختہ ہو گئے اور جلیل و کبیر شروع کر دی پھر

آپ کے چہرہ انور سے کپڑا بٹایا تو آپ کی روشنی کا نور آسمان تک چمک اٹھا اور آپ کے چہرے کے نور سے ایک عمود (منارہ نور) طلوع ہوا جو آسمان تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد وہ آپ ﷺ کی محبت میں چیخ و پکار کرنے لگے قریب تھا کہ دم اکھڑ جاتا پھر آپ کے قدم چومے اور آپ پر گر پڑے آپ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام لائے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے کہا: جلد باہر نکل جاؤ کیوں کہ ان کے دادا عبدالمطلب نے یہ امانت میرے سپرد کی ہے کہ لوگوں کی نظروں سے میں اسے چھپاؤں اور اس کے حال کو پوشیدہ رکھوں۔ اس کے بعد وہ لوگ حبیب اکرم ﷺ کے پاس سے نکل گئے مگر اُن کے دلوں میں آتش عشق کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

عامر کا حضور ﷺ کے قدموں پر گر کر قربان ہو جانا

پھر عامر نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا عقل و ہوش جا چکے تھے پھر چیخا اور کہا: مجھے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر دوبارہ لے چلو اور اُن سے درخواست کرو کہ دوسری مرتبہ وہ مجھے آپ کے جمال کا دیدار کرائیں اس کے بعد آمنہ کے گھر کو واپس گئے جب اندر گئے تو دیکھتے ہی آپ کی طرف لپکے اور قدموں پر گر پڑے پھر عامر نے ایک چیخ ماری اور اُسی وقت وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی روح کو جلد جنت میں بھیج دیا۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ پورا قصہ بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے: واللہ یہ ہیں احوال محبین و عاشقین کے اور واللہ یہ ہیں صفات صادقین کے!

یہودی کا آپ کے دیکھنے کے بعد بیہوش ہو کر گر پڑنا

بعض اشیاء ایسے بھی ہوئے ہیں جن کو میلاد مبارک کے باعث بڑا صدمہ پہنچا حالانکہ علامات دیکھ لینے کے بعد پوری معرفت انہیں حاصل ہو چکی تھی مگر تعصب اس کا تھا کہ بنی اسرائیل سے نبوت اب نکل گئی۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اُم المؤمنین حضرت

عاشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا جب وہ رات آئی جس میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی تو اُس نے پوچھا: اے گروہ قریش! کیا تمہارے پاس آج کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم کو نہیں معلوم۔ اُس نے کہا: دیکھو اس رات اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دو شانوں کے درمیان ایک علامت ہے۔ یہ وہاں سے پلٹے اور دریافت کیا تو اُن سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس کے بعد وہ یہودی اُن کے ساتھ آپ کی والدہ کے گھر گیا، بچہ کو اُس کے پاس باہر لائے یہودی نے جب وہ علامت دیکھیں تو بیہوش ہو کر گر پڑا اس کے بعد جب ہوش آیا تو اُس نے کہا: بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی! اے گروہ قریش! آگاہ ہو جاؤ! بخدا وہ تم پر ایسا غلبہ پائے گا کہ مشرق سے مغرب تک اس کی شہرت ہو جائے گی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جبہ مبارک سے خون ٹپکنا

ابن حجر رحمہ اللہ نے "العمدة الکبریٰ علی العالم" میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تو اخبار و علمائے یہود میں کوئی حیرت یا باقی نہ رہا تھا جس کو آپ کی میلاد مبارک کا علم نہ ہوا ہو وہ یہ تھی کہ ان کے پاس اُن کا ایک جبہ تھا جو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون میں رنگا ہوا تھا اور اُن کے پاس کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ اس جبہ سے جب خون ٹپکے گا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور اُس لڑکے کے سبب ان کے ادیان معطل و بیکار ہو جائیں گے۔ اس جبہ سے جب خون ٹپکنے لگا تو آپ کی میلاد مبارک کا سب کو علم ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کے خلاف سازش کا ارادہ کیا اور بلاد و امصار میں اطلاعات بھیج دیں۔

زمانہ حمل اور اس سے پہلے کے واقعات

میلاد مبارک کے مختصر واقعات تو بیان کئے جا چکے ہیں زمانہ حمل اور اس کے پہلے کے اہم واقعات بھی میلاد مبارک کی تمہید کے طور پر تمہارے یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے: نور محمدی ﷺ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ و آمنہ علیہما السلام تک مؤمنین و عابدین کے اصحاب و ارحام سے منتقل ہوتے ہوئے چلے آیا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

”وَتَقْلِبُكَ فِي السَّاجِدِينَ“۔ ﴿پ ۱۹ سورۃ شعراء آیت ۲۱۹﴾

ترجمہ:-

اس طرح آپ کے تمام آباء و اجداد آدم علیہ السلام تک سب مؤمن ہیں۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میںیں اصحاب طاہرہ اور ارحام فاخرہ سے منتقل ہوتے ہوئے چلے آیا ہوں۔ حسن بن احمد البکری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ کو منتقل کرنے کا جب ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کے دل میں شادی کی تحریک پیدا کی انہوں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک ایسی لڑکی سے پیام طے کیجئے جو حسن و جمال، قد و اعتدال، رونق و کمال اور اُوٹنے حسب و نسب کی ہو والدہ نے کہا: حُبَّاءُ وَکَرَامَتُهُ یَا وَکَلِّیْ! میرے سے بعد احترام! پھر وہ قریش کے قبیلوں میں گھومنے لگیں اور عرب کی لڑکیوں میں پھرتی رہیں مگر حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے سوا آپ کو کوئی لڑکی پسند نہیں آئی عرض کیا: میری اماں! انہیں دوبارہ دیکھ لیجئے اس کے بعد پھر وہ جا کر دیکھیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ ایسی

روشن ہیں جیسے چمکدار تارہ۔ رشتہ طے ہونے کے بعد شادی کے موقعہ پر ایک اوقیہ چاندی اور ایک اوقیہ سونا مہر میں نقد اداء کر دیئے و نیز سواونٹ سو گائے اور سو بکریاں دے دیں۔ لکھا ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ کی شادی میں کثیر جانور ذبح کئے گئے تھے اور بہت زائد طعام تیار کیا گیا تھا۔

مکہ کی عورتوں کا حسد

مکہ کی بے شمار عورتیں نور مصطفیٰ ﷺ کو حاصل کرنے کی خواہش مند تھیں اُن میں سے سو ۱۰۰ عورتیں اسی حسرت و تاسف میں مر گئیں کہ عبداللہ کا حسن و جمال اُن سے چھوٹ گیا اور عبداللہ آمنہ کی صحبت میں گزر بسر کرتے رہے اور نور اُن کی پیشانی میں چمکتے رہتا تھا۔

استقرار حمل کی زمین آسمان میں ندائیں

شب زفاف یکم رجب اور جمعہ کی رات تھی اللہ تعالیٰ نے خازن جنات رضوان کو اس رات حکم دیا کہ وہ فردوس کو کھول دے اور ایک منادی نے آسمانوں اور زمین میں نداء کی: آگاہ ہو جاؤ کہ وہ نور مکنون (پوشیدہ نور) اور سر مخزون (اندوختہ راز) جس سے نئی ہادی برآمد ہوگا وہ اس کی ماں کے پیٹ میں اس رات قرار پارہا ہے جس کے اندر اس کی خلقت کا کمال اتمام کو پہنچے گا اور وہ ”بشیر و نذیر“ بن کر لوگوں کی طرف باہر نکلے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے فرمایا: آمنہ کے حمل میں رسول اللہ ﷺ آجانے پر دلالت کرنے والی یہ باتیں تھیں: قریش کے ہر چوپایہ نے اس رات بات کی اور کہا: رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ حمل میں آ گئے ہیں اور وہ اہل دنیا کے امام اور ان کے چراغ ہیں۔ شاہان عرب و عجم میں سے کسی بادشاہ کا تخت باقی نہ رہا

تھا مگر یہ کہ وہ اوندھا ہو گیا تھا۔ مشرق کے وحشی جانور مغرب کے وحشی جانوروں کی طرف بشارتیں لے کر بھاگے اسی طرح سمندروں کے رہنے والے بعض بعض کو خوشخبری سنارہے تھے۔ حمل کے ہر مہینہ میں زمین میں ایک ندا ہوا کرتی اور آسمان میں ایک نداء: خوشیاں مناؤ، میمنت و برکت والے ابو القاسم محمد مصطفیٰ ﷺ کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔

ابلیس کا واویلا

ابلیس بھاگتے ہوئے چلے آیا یہاں تک کہ کوہ ابوقیس پر پہنچا ایک چیخ ماری اور اڑ لایا (یعنی اُنچی آواز سے واویلا کرنے لگا) شیاطین ہر طرف سے اُس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: آپ پر کیا مصیبت آپڑی ہے؟ اُس نے کہا: ہائے تمہاری خرابی! ایسے سفاک و ہتاک کی دولت آ گئی ہے جس کے ساتھ ہو کر فرشتے جنگ کریں گے (سفاک: خوب خوریزی کرنے والا) ہتاک: بہت زسوا اور ذلیل کرنے والا) یہ عورت یعنی آمنہ رضی اللہ عنہا جس وقت سے حاملہ ہوئی ہے ہم ہلاک ہو گئے۔

ہر مہینہ میں ایک نبی کا خواب میں آ کر خوشخبری دینا

حضرت آدم علیہ السلام کا خوشخبری دینا

حضرت آمنہ علیہا السلام نے فرمایا: جب مجھے اپنے پیارے محمد ﷺ کا حمل ہو گیا میرے حمل کے آغاز ماہ میں اور وہ رجب کا مہینہ تھا ایک رات میں نیند کے مزے لے رہی تھی اچانک ایک مرد میرے پاس اندر آیا جس کے چہرے پر ملامت تھی اور خوشبو اس سے مہک رہی تھی اور وہ کہہ رہے تھے: ”مَرْحَبًا بِكَ“: خوش آمدید یا محمد! میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں آدم ابو البشر ہوں۔ میں نے کہا:

مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ تم کو خوش ہونا چاہئے، کیونکہ تم حاملہ ہو گئی ہو سید البشریٰ اور فخر بیعہ و منبر کی۔

حضرت شیث علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب دوسرا مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ کہہ رہا تھا۔ میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں شیث ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ تمہیں خوش ہو جانا چاہئے کیونکہ تم حاملہ ہو گئی ہو صاحب التأویل والحدیث کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب تیسرا مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا نَبِیُّ اللَّهِ کہہ رہا تھا۔ میں نے اُس سے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نوح ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: خوشخبری ہوائے آمنہ! تم حاملہ ہو گئی ہو نصرت و فتح والے کے ساتھ۔

حضرت ہود علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب پانچواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا صَفْوَةُ اللَّهِ! (صفوۃ اللہ یعنی اللہ کا منتخب اور برگزیدہ بندہ)۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ہود ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ! تمہیں بشارت ہو، تم ایسی ذات کی حاملہ ہو گئی ہو جو یوم موعود میں شفاعت عظمیٰ کے صاحب ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب چھٹا مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا السَّلَامُ عَلَیْكَ

يَا رَحْمَةُ اللَّهِ! (آپ پر سلام ہوائے وہ ذات جس کو اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لئے رحمت بنایا)۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ مودہ (خوشخبری) ہو تمہیں کہ تم حاملہ ہو گئی ہو ہی جلیل کی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب ساتواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا۔ السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا مَنْ اخْتَارَهُ اللَّهُ! (آپ پر سلام ہوائے وہ ذات جس کو اللہ نے منتخب فرمایا ہے)۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اسماعیل ذبح ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ خوشیاں مناؤ، تم حاملہ ہو گئی ہو نبی ریح و طبع کے ساتھ کہ اس نبی کا وزن میں رجحان اور پلہ بھاری ہے اور ملاححت بھی اسے حاصل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب آٹھواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا: السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللَّهِ! (آپ پر سلام ہوائے اللہ کے منتخب بندے)۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ تمہیں بشارت ہو، تم ایسی ذات کی حاملہ ہو گئی ہو جس پر قرآن نازل ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خوشخبری دینا

جب نواں مہینہ آیا تو ایک مرد میرے پاس اندر آیا اور وہ کہہ رہا تھا: السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ! ذَكَا الْقَرَبُ مِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! یعنی اے اللہ کے رسول!

آپ سے قرب و نزدیکی قریب ہو گئی ہے۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں عیسیٰ بن مریم ہوں۔ میں نے کہا: مقصد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: آمنہ! تمہیں بشارت ہو تم حاملہ ہو گئی ہو نبی مکرم اور رسول معظم کی۔

حضور ﷺ کی پیدائش کا ارادہ الہی

”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام ابن جزری نے ”کتاب الوفاء“ میں کعب احبار سے یہ روایت بیان کی ہے: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا جب ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو حکم دیا: وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے مقام کی سفید مشٹ خاک لے کر آئے اور وہ تسنیم (نہر جنت) کے پانی سے گوندھی گئی۔ اس کے بعد جنت کی نہروں میں اُسے ڈبایا گیا اور آسمانوں میں پھرایا گیا، جس کی وجہ سے ملائکہ کو حضرت محمد ﷺ کی معرفت، حضرت آدم علیہ السلام کی معرفت سے پہلے حاصل ہو گئی، پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمد ﷺ چمکتا رہا اور اُن سے کہا گیا: اے آدم! یہاں سب مرسلین کا سردار ہے جو تمہاری اولاد سے ہیں۔

سفر نور مصطفیٰ ﷺ

آدم و حواء سے نخل ہوتے چلے آ کر بالآخر صلب عبد اللہ سے رحم آمنہ میں نور محمدی ﷺ منتقل ہو گیا اس کے بعد حواء کے حمل میں جب شیث آگئے تو یہ نور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام کی طرف منتقل ہو گیا اور انھیں عادت تھی کہ ہر زچگی میں دو بچے ہوا کرتے تھے۔ جبر شیث کے کھدوہ تھا پیدا ہوئے، حضرت محمد ﷺ کی حرمت و کرامت کے باعث، پھر یہ نور ایک طاہرے دوسرے طاہر کی طرف منتقل ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ صلب عبد اللہ بن عبد المطلب سے رحم آمنہ میں یہ نور منتقل ہو گیا۔

میں دیکھا کہ گویا چاندی کا ایک سلسلہ (زنجیر) اُن کی پیٹھ سے نکلا جس کی ایک طرف آسمان میں ہے اور ایک طرف زمین میں، اور ایک طرف مشرق میں ہے اور ایک طرف مغرب میں، اور اس کے بعد وہ سلسلہ ایک درخت ہو گیا، جس کے ہر ایک پتے پر ایسا نور چمک رہا ہے جو آفتاب کے نور سے ستر درجے زیادہ ہے، ویسا نور میں نے کبھی نہ دیکھا تھا، اور اس نور کی روشنی بلندی اور عظمت ساعت بہ ساعت بڑھتی جاتی تھی، اور اہل مشرق و مغرب اس درخت میں لپٹے ہوئے ہیں، اور اہل عرب و عجم اس کو سجدہ کر رہے ہیں اور کچھ لوگ قریش کے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں، اور بعض قوم قریش اسے کاٹنا چاہتے ہیں، جب اس کے پاس آتے ہیں تو ایک حسین جوان جس کے پاس سے خوشبو مہکتی ہے ان کو پکڑ کے ان کی پٹھیں توڑ ڈالتا ہے۔ عبد المطلب نے یہ خواب قریش کے ایک کاہنہ سے بیان کیا، اُس نے تعبیر دی کہ تمہاری پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا، اہل مشرق و مغرب اُس کے تابع ہوں گے، اور اہل آسمان و زمین اس کی حمد کریں گے، اسی لئے عبد المطلب نے آپ کا نام ”محمد“ (ﷺ) رکھا۔

نام نامی ”محمد“ (ﷺ) رکھنے کی ہدایت

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ جب میرے حمل پر چھ ۶ مہینے گزر گئے تو خواب میں ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کہا کہ تم حاملہ ہو گئی ہو سید العالمین کی، جب وہ پیدا ہو جائیں تو اُن کا نام ”محمد“ (ﷺ) رکھنا اور اپنا حال لوگوں سے چھپانا۔

شب میلاد کے عجائبات اور انوار کا نزول

نویں مہینہ میں ربیع الاول کی پہلی شب سے بارہویں تک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو

جو بشارتیں ملی ہیں واقدی ﷺ نے اُن کا بھی تاریخ وار ذکر فرمایا ہے چنانچہ پانچویں شب میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خلیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، آپ فرما رہے ہیں کہ تمہیں خوشیاں منانی چاہیے اس ہی جلیل پر جو صاحب نور و بہاء یعنی حسن و رونق اور صاحب فضل و عز و ثناء ہیں۔ گیارہ راتوں کی بشارتوں اور برکتوں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد واقدی ﷺ نے اخیر میں بارہویں شب کی تفصیلات لکھی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ چاندنی رات تھی اور اس میں کوئی تاریکی نہ تھی، عبدالمطلب اپنی اولاد کو لئے حرم کی طرف نکل گئے تھے کہ اس کی دیواروں کا جو حصہ منہدم ہو گیا ہے اُسے دُڑست کریں۔

حواء سارہ آسیہ اور مریم کا دایات وقوابل مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہونا

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اُس وقت میرے پاس کوئی نہ تھا نہ مرد نہ عورت! میں اپنی تنہائی پر رونے لگی اور کہنے لگی: ہائے تنہائی! نہ کوئی عورت ہے جو میرے بازو تھامے اور نہ کوئی مخلص ہے کہ اُس سے انس حاصل کر سکوں اور وحشت دور ہو اور نہ کوئی لڑکی ہے جو مجھے سہارا دے سکے آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میں نے گھر کے کونے کی طرف نظر ڈالی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ شق ہو گیا ہے اور اُس سے چار بلند قامت عورتیں برآمد ہوئیں، گویا کہ وہ ماہتاب ہیں، انوار اُن پر چھائے ہوئے ہیں، سفید از اریں پہنی ہوئی ہیں، اُن کی اوزھنیوں سے مشک کی خوشبو مہک رہی ہے، یہ عبدمناف کی لڑکیاں معلوم ہو رہی تھیں، ان میں سے پہلی آگے بڑھی اور کہا: آمنہ! تم جیسی کون ہو سکتی ہے جبکہ تم حاملہ ہو گئی ہو سید البشر کی اور فخر ربیعہ و مضر کی! پھر وہ میرے سیدھے جانب بیٹھ گئیں، میں نے ان سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں حواء ہوں، ام البشر رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ پھر اُن میں سے دوسری آگے بڑھی اور کہا: آمنہ! تم جیسی کون ہو سکتی ہے جبکہ تم حاملہ ہو گئی ہو طہر طاہر کی (یعنی ایسی ذات کی جو کمال طہارت پر ہو) علم زاہر کی یعنی چمکنے

والے علم کی اور بحرِ زاہر کی یعنی بھرے ہوئے سمندر کی اور نورِ باہر (غالب) و سرِ ظاہر کی پھر وہ میرے بائیں جانب بیٹھ گئیں، میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں سارہ ہوں، خلیل کی بی بی رضی اللہ عنہا۔ پھر اُن میں سے تیسری آگے بڑھی اور کہا: آمنہ! تم جیسی کون ہو سکتی ہے جبکہ تم حاملہ ہو گئی ہو ایسے حبیب کی جو اعلیٰ و ارفع ہیں، صاحب مدح و ثناء ہیں! پھر وہ میری پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئیں، میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں آسیہ بنت مزاحم ہوں رضی اللہ عنہا۔ پھر اُن میں سے چوتھی آگے بڑھی اور وہ اُن سب سے ہیبت و وقار میں بڑھی ہوئی تھی اور تروتازگی میں اُن سب سے اچھی تھی اور اُس نے کہا: آمنہ! تم جیسی کون ہو سکتی ہے جبکہ تم حاملہ ہو گئی ہو صاحبِ براہین و معجزات و آیات و ولادت کی، سید اہل الارض و السموات کی! پھر میرے سامنے بیٹھ گئیں اور کہا: آمنہ! اپنے آپ کو مجھ پر ڈال دو اور اپنا پورا جھکاؤ میری طرف کر دو، میں نے اُن سے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمائیں: میں مریم بنت عمران ہوں، ہم آپ کی دایات ہیں اور قوابل مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: میں نے اُن سے انس حاصل کی اور اشخاص کو دیکھنے لگی کہ اُن کی فوجیں اندر میرے پاس آ رہی ہیں اور اپنے گھر کو دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ مجھ پر غلط و ملط ہو گیا ہے مشتبہ آوازوں کے ساتھ اور مختلف زبانوں کے ساتھ جن میں غالب سریانی زبان تھی۔

حکم الہی سے زمین و آسمان میں خصوصی انتظامات

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر میں نے اُس گھڑی نظر ڈالی تو کیا دیکھتی ہوں کہ شہاب سیدھے بائیں اُڈ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو مختلف احکام دیئے، فرمایا کہ

رضوان سے کہہ دو کہ وہ جنتوں کے دروازے کھول دے، مالک سے کہہ دو کہ دوزخ کے دروازے بند کر دے یا جبرئیل! تم حملہ رضوان (رضوان کا سوٹ) پہن لو یا جبرئیل! زمین کی طرف اترو ملائکہ صافین (صف باندے ہوئے) و مقربین اور کروہین (سادات ملائکہ) و حافین (عرش کو حلقہ کئے ہوئے فرشتوں) کے ساتھ۔ یا جبرئیل! آسمانوں اور زمین کے طول و عرض میں ندا کر دو کہ اب وقت آگیا ہے اجتماع کا محبت و محبوب اور طالب و مطلوب کے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے حکم رب بجالایا اور فرشتوں کو مکہ کے پہاڑوں پر ٹھیرا دیا اور ان سب نے حرم کو گھیر لیا، ان کے پکھٹے اور بازو ایسے معلوم ہوتے تھے گویا کہ سفید ابر ہے کافوری اس کے بعد پرندوں نے ترنم کے ساتھ گانا شروع کیا اور چٹیل میدان کے وحشی جانور حنین شوق میں تھے اور یہ سب کچھ ملک جلیل و جبار کے حکم سے ہو رہا تھا۔

حجابت کا اٹھالیا جانا، تین علم نصب کئے جانا

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری بیٹائی سے حجاب دور فرمادیا، مجھے ملک شام سے بھری کے محل دکھائی دینے لگے اور میں نے تین علم دیکھے جو نصب کر دیئے گئے ہیں: ایک علم مشرق میں نصب کیا گیا ہے اور ایک علم مغرب میں اور ایک علم کعبہ کی چھت پر۔

خاص پرندوں کا آنا، موتی مونگا نچھاور کرنا

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: اس اثناء میں کہ میں اس طرح ہوں کیا دیکھتی ہوں کہ میں پرندوں کی ایک گھڑی کے پاس ہوں جن کی چونچیں لال ہیں سرخ سونے کی طرح اور ان کے پکھٹے جو ہر کی طرح روشن ہیں انہوں نے میرے کمرے میں موتی مونگا نچھاور کئے اور پھر وہ پرندے میرے اطراف اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہوئے ٹھیرے رہے اور مجھے ایک ایک گھڑی کے وقفہ وقفہ سے درود زہ ہو رہی تھی اور فرشتوں کی

فوجوں کی فوجیں مجھ پر نازل ہو رہی تھیں جن کے ہاتھوں میں سرخ سونے اور سفید چاندی کے عود دان تھے اور وہ عود و عنبر و بخور ڈال رہے تھے اور رسول مکرّم اور حبیب معظم ﷺ پر بہ آواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھ رہے تھے۔

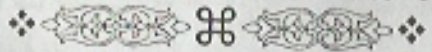
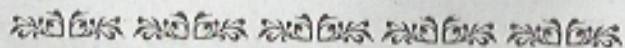
بوقت ولادت شربت کافوری پیش کیا جانا

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اور چاند میرے سر پر خیمہ کی طرح پھیل گیا تھا اور تارے میرے سر پر ایسے صف آراء تھے جیسی خوبصورت قدیلیں۔ اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ میرے سامنے ایک سفید کافوری شربت ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شکر و شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، مجھے خوب پیاس لگی تھی، میں نے اُسے لے لیا اور پی گئی، اس سے زیادہ لذیذ کوئی چیز نہیں پائی اور اس سے مجھ پر ایک نور عظیم چکا۔

پرندے کا پکھٹے پھیرنا اور صلاۃ و سلام پڑھنا

آپ ﷺ فرماتی ہیں پھر میں نے نظر ڈالی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید پرندہ ہے جو میرے پاس اندر میرے کمرے میں آیا ہے پھر وہ اپنے دونوں پکھٹے (پر) میرے دل پر پھیر رہا اور صلاۃ و سلام پڑھ رہا ہے۔

صلوات بر تو آرم کہ فزودہ باد قربت
چہ بقرب گل بگرد ہمہ جز وہا مقرب



شیخ الاسلام کے قول فیصل پر خاتمہ کتاب

اب مضمون کے خاتمہ پر یہاں سے کتاب کے اخیر صفحہ تک شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا حافظ انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ ﷺ کی تالیف ”بُشْرَى الْحَرَامِ فِي عَمَلِ الْمَوْلِي وَالْعِيَّامِ“ سے چند اہم اقتباسات درج کر دینے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے تاکہ قول فیصل سامنے آجائے جو مولانا کی تبحر علمی کا نتیجہ اور خدا داد ذہانت و تفقہ فی الدین کا ثمرہ ہے۔

”قَدْ مَنَّ اللَّهُ بِرَسُولِهِ وَلَوْ ضَرَبَهُ النَّهْجَةُ السَّوِيَّةُ“ کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ ”جس رات آپ پیدا ہوئے ملائکہ آپ کو ”خليفة الله“ کہتے تھے مولیٰ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ملائکہ سے فرمایا تھا ”إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً“ ﴿پس اس سورہ بقرہ آیت﴾

ترجمہ:- میں روئے زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت صرف زمین سے متعلق تھی لیکن فرشتے چونکہ آسمانوں میں دیکھتے تھے کہ حضور ﷺ کا نام مبارک حق تعالیٰ کے مقدس نام کے ساتھ ہر جگہ لکھا ہوا ہے اس لئے انہوں نے آپ کو عَلِيِّ الْإِبْلَاقِ ”خلیفۃ اللہ“ کہہ دیا اور ”فِي الْأَرْضِ“ کی قید نہیں لگائی جو آدم علیہ السلام کی خلافت میں ملحوظ تھی، فرشتوں کی اس گواہی سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ”كُلِّ مَلَكُوتٍ“ (عالم معنی یعنی عالم ارواح) میں خلیفۃ اللہ ہیں اسی وجہ سے تمام آسمانوں کے ملائکہ اس خلیفۃ اللہ کے سلام کے لئے روزِ میلاد حاضر ہوئے جن کا نزول اجلال تمام عالم کے

حق میں رحمت تھا جیسا کہ فرماتا ہے.....

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ط“

﴿پس ۷۱ سورۃ الانبیاء: ۱۰۷﴾

ترجمہ: اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

جب آپ مجسم رحمت ہو کر اس عالم میں تشریف لائے تو کون ایسا شقی ہوگا کہ نزول رحمت سے خوش نہ ہوا

تمام عالم میں خوشی اور صرف ایک شیطان لعین کو غم و غصہ

روایت ہے کہ تمام عالم میں اس روز ہر طرف خوشی تھی مگر شیطان کو کمال درجہ کا غم تھا جس سے زار زار روتا تھا، حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی یہ حالت دیکھ کر رہ نہ سکے اور ایک ایسی ٹھوکر اس کو ماری کہ عدن میں جا پڑا۔

میلاد شریف کی مسرت کمال سعادت کی دلیل

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن جزری رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”مولود کی اصل خود آنحضرت ﷺ سے ماثور ہے، مولود کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں ارقام (تذلیل) شیطان ہے اور سرور اہل ایمان، علماء کی ان تصریحات سے ان کا مسنون و مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ غرض کہ جس طرح میلاد شریف کا غم شقاوت کی دلیل ہے اس کی مسرت کمال سعادت کی دلیل ہوگی۔

بدعت کا مفہوم

ذرقانی نے ”شرح مواہب الدعیہ“ میں لکھا ہے کہ تاج فاکہانی نے مولود شریف

کو بدعت مذمومہ لکھا ہے مگر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے استدلال و تقریر کو حرفاً حرفاً رد کیا ہے۔ فَجَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا وَهَذَا الْجَزَاءُ!

مولود کا پڑھنا سنت صحابہ

حضرت شیخ الاسلام نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ صاف و صریح الفاظ میں تردید اس کی فرمادی ہے کہ قرونِ ثلاثہ میں مولود شریف نہیں تھا، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: اب رہی یہ بات کہ مولود شریف قرونِ ثلاثہ میں نہیں تھا، یہ تسلیم نہیں اس لئے کہ جتنی روایتیں مولود شریف میں پڑھی جاتی ہیں وہ موضوع ”مَنْ گھڑت“ نہیں بلکہ کتب احادیث میں سب موجود صحابہ سے منقول ہیں جس سے ثابت ہے کہ جتنی روایتیں مولود کی کتابوں میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب صحابہ کے زمانہ میں پڑھی جاتی تھیں البتہ نئی بات یہ ہے کہ میلاد شریف سے متعلق حدیثیں ایک جگہ جمع کر دی گئیں مگر یہ بھی قابلِ اعتراض نہیں اس لئے کہ محدثین نے بھی آخر ہر قسم کی حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے جو صحابہ نے نہیں کیا تھا، پھر صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی واقعہ پیش نظر ہوتا تو اس سے متعلق جتنی حدیثیں یاد ہوتیں پڑھ دیتے، اس میلاد مبارک کا واقعہ پیش نظر ہونے سے وہ سب روایتیں پڑھی جاتی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود شریف کا پڑھنا صحابہ کی سنت ہے۔

محفل میلاد کی ایک بڑی مصلحت

محفل میلاد کے سلسلہ میں جو دینی اور دنیوی مصلحتیں دور اندیش علماء کے پیش نظر تھیں اور شوکت اسلام کا خیال ان پر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محققانہ تبصرہ کیا ہے جو قابلِ دید ہے، فرماتے ہیں: اب اگر محلِ اعتراض ہے تو یہی ہے کہ میلاد شریف کی محفل قرونِ ثلاثہ میں اس ہیئت پر نہ تھی، سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس محفل

مبارک سے ایک بڑی مصلحت متعلق ہے، وہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسری اقوام اپنے اپنے نبیوں کی پیدائش کے روز خوشیاں منا کر اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں۔

دور اندیش علماء نے محبت نبی کا جوش پیدا کرنے کی تدبیر نکالی

اور ”محفل میلاد“ و ”محالِس وعظ“ منعقد کرنے کی بنیاد ڈالی

دور اندیش علماء نے یہ خیال کیا کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ سے مسلمانوں کی طبیعتوں میں بے باکی پیدا ہو گئی ہے، یہاں تک کہ نماز روزہ میں بھی لوگ قصور کرنے لگے، جس سے دوسری اقوام میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ اب مسلمان بے ایمان رہ گئے ہیں اور وہ رعب داب جو جانناز مسلمانوں کا اُن کے دل میں تھا کہ یہ لوگ اپنے نبی کے حکم پر جان دینے کو مستعد ہیں، جانے لگا، اگر یہی خیال ان کا ترقی پذیر ہوا اور مسلمانوں میں کوئی جوشِ اسلامی باقی نہ رہا تو چند روز میں بالکل بے وقعتی کی نگاہوں سے وہ دیکھے جائیں گے اور معرضِ تلف میں ہو جائیں گے، اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے نبی ﷺ کی محبت کا جوش ان کے دلوں میں پیدا کر دیا جائے، چنانچہ محالِس وعظ میں عموماً ایسے مضامین بیان کرنے لگے جو باعثِ ازدیادِ محبت (محبت میں زیادتی) ہوں مثلاً شفاعت کا مسئلہ اور صحابہ اور اولیاء اللہ کے فضائل اور حکایات اور معجزات اور فضائل نبی ﷺ زیادہ بیان کرنے لگے جن کے سننے سے اپنے نبی کی عظمت ذہن نشین اور باعثِ ترقی محبت ہو، پھر محفل میلاد کی بنیاد ڈالی جس سے مخالفین اور مخالفین کا امتیاز ہو جائے کیونکہ مخالفین کو حضرت کی پیدائش کی خوشی ہرگز نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کا سخت صدمہ اُن کے دلوں پر ہوتا ہے جس طرح خاص میلاد کے روز شیطان پر ہوا تھا، غرض کہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ہر فقیر و امیر بقدر حیثیت اس محفل مبارک میں روپیہ صرف کر کے اس کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے سچے دُعا گو اور آپ کے وجودِ باوجود سے

خوش ہونے والوں میں ہیں جس سے مخالفین پر یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان اس بگڑی حالت میں بھی اپنے نبی کے شیفہ اور دلدادہ ہیں۔ نبض شناسانِ زمانہ خوب جانتے ہیں کہ یہ جوشِ محبتِ اسلامی کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہی جوشِ مخالفوں سے ان کو ممتاز اور علیحدہ کرنے والا ہے۔ اگر یہ جوشِ محبت بھی جاتا رہے تو اکثر مسلمانوں کی حالت گواہی دے گی کہ ان کو نہ احکامِ دینیہ سے تعلق ہے نہ اپنے نبی سے محبت اور ظاہر ہے کہ اس بے تعلقی کا کیسا برا اثر مسلمانوں پر پڑے گا۔ غرض قطعِ نظر فضیلت اور استحباب کے مولود شریف میں ایک ایسی مصلحت ملحوظ رکھی گئی جو دین و دنیا میں محمود و مطلوب ہے۔

نبی کی محبت اور دنیاوی مصلحت دونوں کا لحاظ

اعمال کا دار و مدار نیت پر اور حسن ظن کی اہمیت

دین میں اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب تک آدمی کو نبی کریم ﷺ کی محبت اپنے ماں باپ اور اولاد اور مال سے بلکہ اپنی جان کی محبت سے زیادہ نہ ہو اُس کا ایمان قابلِ شمار نہیں۔ اور دنیاوی مصلحت وہ جو مذکور ہوئی جس کو اسرار شناسانِ اسلام جانتے ہیں کہ موجد نے اسے کیوں ایجاد کیا! مصلحت وقت کا لحاظ رکھنے کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے نہیں دی ہے؟ کیوں نہیں؟ صد ہا احادیث اس پر شاہد ہیں اسی کو دیکھ لیجئے کہ قبلِ ہجرت کس قسم کے احکام اور حالات تھے اور بعدِ ہجرت قوتِ اسلام کے زمانہ میں کس درجہ پر پہنچے۔ اہل حدیث یہ بھی جانتے ہیں کہ آخری زمانہ کے مسلمانوں کے لئے نبی کریم ﷺ نے کس قسم کی سہولتیں فرمائی ہیں یہاں تک تو فرمادیا کہ دسویں حصہ پر بھی اگر وہ لوگ عمل کر لیں تو صحابہ کرام کے برابر اُن کو ثواب ہوگا۔ اب انصاف کیا جائے کہ مصالِحِ دینیہ دُنویہ پر لحاظ رکھ کر محفلِ میلاد شریف کی جائے

تو کیا وہ باعثِ دخولِ دوزخ ہوگی؟ اور وہ ارشادِ نبوی کہ اعمال کے حسن و قبح کا دار و مدار نیت پر ہے اور خدائے تعالیٰ عمل کو نہیں دیکھتا ہے نیتوں کو دیکھتا ہے وغیرہ احادیث معاذ اللہ بیکار ہو جائیں گی؟ ہرگز نہیں۔ غرض کہ اس قابلِ تحسین نیت کے بعد ہمارا حسن ظن تو یہ ہے کہ یہ عمل باعثِ خوشنودیِ خدا و رسول ہے اور یقین ہے کہ بمصدقہ ”اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي هِيَ“ میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھے۔ یہ ہمارا حسن ظن بیکار نہ جائے گا۔

ہم اس کو مانتے ہیں کہ بعض علماء نے صرف حدیث ”كُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ“ جو منقولہ باب الاعتصام پہلی فصل کے پیش نظر رکھ کر اس مجلسِ متبرکہ میں کلام کیا ہے۔

متاخرین علماء کی مصلحت بینی اور شرعی نگاہ

قرونِ ثلاثہ میں اس کی ضرورت نہ تھی

مگر آپ نے دیکھ لیا کہ جو فکرتِ رس و دقیقہ شناس علماء تھے مثل حافظِ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی وغیرہ رحمہم اللہ انہوں نے اس کا جواز و استحباب ثابت کر دیا۔ غور کیجئے کہ وہ بھی آخر مقتدر اور قہر علماء مانے جاتے ہیں جن کے اقوال استدلال میں پیش کئے جاتے ہیں ان کو گمراہ و مخالفِ اسلام قرار دینا کیونکر جائز ہوگا؟ ایسے موقع میں تو ان کا احسان ماننا پڑے گا کہ انہوں نے علاوہ اور مصالِح کے شرعی طور پر بھی اس کا استحباب ثابت کر دیا۔ فرمایا کہ ضرورت اس محفلِ مبارک کی ایجاد اور ابقاء میں علمائے متاخرین کے پیش نظر تھی اس کا وجود قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا اس لئے کہ اُس زمانہ کے کل اہل اسلام وقتاً فوقتاً ہر ایک امر میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا عملی ثبوت دیتے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام شرقاً و غرباً اُن کی جاں بازیوں سے پھیلا اُن کو ضرورت نہ تھی کہ سال میں ایک بار اپنی محبت کا اظہار کریں بخلاف اس زمانہ کے کہ کل اہل اسلام سال میں ایک

بار بھی اگر اپنی سچی محبت اپنے نبی کریم ﷺ کی میلا مبارک میں ظاہر کریں تو غنیمت ہے۔

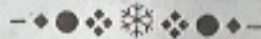
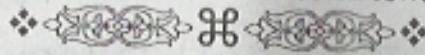
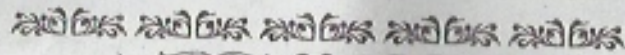
سونے چاندی کی قدیلیں لٹکانا

دیباچ کا لباس کعبہ کو پہنانا

منبر پر غلاف چڑھانا

اس سے مستفاد ہے کہ شوکت اسلام کے لئے اگر کوئی ایسا کام کیا جائے جو ضرورت سے زیادہ ہو تو اس کی اجازت ہے چنانچہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فتح الباری (شرح صحیح بخاری) میں لکھا ہے کہ سونا چاندی کی قدیلیں کعبہ شریفہ اور مسجد نبوی میں لٹکانے کو تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے جائز لکھا ہے۔ دیکھئے اس میں بھی صرف شوکت اسلام ملحوظ ہے ورنہ ضرورت تو معمولی چرائیگوں سے بھی رفع ہو سکتی تھی اسی طرح ”فتح الباری“ میں یہ بھی لکھا ہے کہ کعبہ شریفہ کو جو دیباچ کی کسوت پہنائی جاتی ہے اس کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے اور لکھا ہے کہ قاضی زین الدین عبدالباسط نے بحسب حکم شاہی ایک ایسی بہتر کسوت خانہ کعبہ کے لئے تیار کی کہ اس کی عمدگی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے..... دیکھئے اس میں بھی وہی شوکت اسلام ملحوظ ہے ورنہ اول تو گھر کو کسوت پہنانا کوئی ضروری بات نہیں اور اگر کسی قسم کی ضرورت ہے بھی تو بیش قیمت دیباچ کی ضرورت نہیں جس کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے۔ اور کسوت خانہ کعبہ تو حضرت اقدس ﷺ کے زمانہ میں موجود تھی۔ ”خلاصۃ الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ“ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو نہایت تکلف سے کی چنانچہ دیواروں کے پتھروں میں نقش و نگار کیا گیا اور ستون کے پتھر بھی منقش تھے سقف ساج

کا بنوایا گیا جو اس زمانہ کی بیش قیمت لکڑی تھی اور منبر شریف پر غلاف پہلے آپ ہی نے اوڑھایا۔ دیکھئے یہ سب امور اسلام سے متعلق ہیں ورنہ یہی مسجد مقدس آنحضرت ﷺ کے زمانے سے اس وقت تک نہایت سادی اور تکلف سے عاری تھی نہ نقش و نگار تھا نہ منبر پر غلاف اوڑھایا جاتا تھا۔



میلاد میں جو جو کام ہوتے ہیں

اُن کا شرعی جواز

اب یہ دیکھا جائے کہ مولود شریف میں کیا کام ہوتے ہیں اور وہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں بڑے کام یہ ہیں:.....

اظہار سرور..... تعین وقت..... قصائد نعتیہ کا پڑھنا
تقسیم شیرینی..... اور بخور جلا نا وغیرہ۔

اظہار سرور

اظہار سرور کا حال سنئے کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ" یعنی فرحت والوں کو (اور اترانے والوں کو) حق تعالیٰ دوست نہیں رکھتا (پ ۲۰، سورہ قصص، آیت ۷۶) مگر فضل الہی اور رحمت الہی پر فرحت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:.....

"قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا" (پ ۱۰، سورہ بقرہ، آیت ۵۸)
ترجمہ:- یعنی لوگوں سے کہہ دو کہ صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کریں مطلب ان آیتوں کا یہ ہوا کہ اگر کوئی خوشی کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی خوشی کرے۔ اب غور کیجئے کہ آنحضرت ﷺ کے قدم ہیمنت لزوم سے اس عالم کو عزت بخشی یہ کتاب بڑا فضل اور رحمت الہی ہے کہ: آنحضرت ﷺ کا نام "فضل اللہ" بھی ہے جس پر ابن دجیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:.....

"وَكُلُّ لَّا فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبْغَتْ الشَّيْطَانُ إِلَّا قَلِيلًا"

﴿سورہ نساء، آیت ۸۳﴾

ترجمہ:- یعنی اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے

اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ "محمد ﷺ" ہیں اور "رحمۃ اللہ علیہ" بھی... اچھی۔

تعین وقت

میلاد شریف میں دوسرا کام تعین وقت کا ہے اس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے صوم عاشوراء خود بھی رکھا اور اس کے فضائل بیان فرمائے۔ اور اس روایت سے بھی ظاہر ہے جو "بخاری شریف" کی کتاب الایمان میں ہے کہ کسی یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی کتاب یعنی قرآن شریف میں ایک آیت ہے کہ اگر وہ ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم لوگ اس کے نزول کے دن کو عید مناتے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی آیت ہے؟ کہا:.....

"الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا" (پ ۶، سورہ مائدہ، آیت ۳)

ترجمہ:- آج کے روز میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ آیت کس مقام پر اور کس روز نازل ہوئی، حضرت رسول اکرم ﷺ عرفات پر کھڑے تھے یعنی حج کے روز اور جمعہ کا دن تھا، شرح بخاری شریف میں شیخ الاسلام عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہودی کا سوال تو یہ تھا کہ اس آیت کی جلالت شان منقضی ہے کہ اس

کے نزول کا روز عید بنایا جاتا اور جواب میں مقام اور وقت نزول بیان کیا گیا جس کو سوال سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ جواب میں سوال کی مطابقت چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارۃً جواب دیا کہ دونوں ہمارے یہاں روز عید ہیں اور ترمذی و طبرانی کی روایتوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ بھلا اللہ ہمارے یہاں وہ دونوں روز عید ہیں۔ حاصل یہ کہ یہودی کا مقصد تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کا دن اس قابل تھا کہ عید قرار دیا جاتا جس میں ہمیشہ خوشی ہو ا کرتی ہے اس لئے کہ عید ”عود“ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی مکرر ہونے کے ہیں چونکہ روز عید مکرر ہوا کرتا ہے اس لئے اس کا نام عید رکھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تسلیم کر لیا چنانچہ اس کے جواب میں کہا کہ ہمارے یہاں اس نعمت کی دوہری عید منجانب اللہ مقرر ہے ورنہ صاف کہہ دیتے کہ یہ تم لوگوں کی حماقت ہے کہ ایک گزشتہ واقعہ پر ہر سال خوشیاں منایا کرتے ہو۔ اب غور کیجئے کہ جب یہ مسلم ہے کہ کسی نعمت عظمیٰ کے حصول کا دن اس قابل ہے کہ ہمیشہ اس میں خوشی اور عید کی جائے تو بتائیے کہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت اقدس ﷺ کی تشریف آوری اور نزول اجلال سے بڑھ کر کوئی نعمت ہو سکتی ہے۔ پھر اس روز خوشی نہ کی جائے تو کونسا دن آئے گا جس میں ایمانی طریقہ سے خوشی کی جائے گی۔ اگر اس آیت شریفہ کے نزول کے روز دوہری عید ہے تو نزول اجلال سید المرسلین ﷺ کے روز یعنی میلا مبارک کے روز اس سے دو چند زیادہ خوشی اور عید ہونی چاہئے۔

نعتیہ قصائد کا پڑھنا

تیسرا کام قصائد کا پڑھنا ہے۔ اہل حدیث جانتے ہیں کہ قصیدۃ بابت سعاد جو نعت میں ہے آنحضرت ﷺ کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اس کے صلہ میں چادر مبارک عطا فرمائی اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھا جاتا تھا جس پر وہ

نعتیہ اشعار پڑھتے تھے۔

تقسیم شیرینی

چوتھا کام شیرینی کی تقسیم کا ہے۔ وہ اطعام طعام میں داخل ہے جس کی تعریف قرآن شریف میں مصرح ہے:.....

”كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مَشْهُدًا وَبِغَيْمٍ قَلِيلٍ“ ﴿پ ۲۹ سورہ دھر: ۸﴾

ترجمہ:- اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین و یتیم اور اسیر کو۔

اس آیت کا شان نزول یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی کثیر فضا کے حق میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ہے تمام حضرات نے روزے رکھے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع لائے۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور دونوں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین ایک روز یتیم اور ایک روز اسیر آلا یہ سب دونوں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھا گیا۔ اس کے سوا بہت سی آیات و احادیث اطعام طعام کی فضیلت میں وارد ہیں جن کا بیان نہیں۔

بخور جلانا

پانچواں کام بخور جلانا ہے۔ خلاصۃ الوفاء میں ابن ماجہ کی روایت مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجدوں کو جمعہ کے روز بخور دیا کرو اور لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بخور دان آیا اُس کو آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا اس میں بخور جلا کر ہر جمعہ اور رمضان میں مسجد نبوی کو بخور دیا کریں۔ اور ایک شخص اسی کام پر مامور تھا کہ جمعہ کے دن بخور جلا کر ہر شخص کے پاس لے جائے اور سب کو بخور کرے۔

غرض کہ انما رکن (حبرک مقامات) اور اوقاتِ حبرکہ میں بخور کی خوشبو سے اہل جلسہ کو معطر کرنا مسنون ہے اَللّٰہُ مَا فِیْ "بُشْرِی الْحِکْمَہ" شیخ الاسلام مولانا الحافظ انوار اللہ خان علیہ الرحمۃ والرضوان۔

اب میں مرزا غالب کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

عالم شائے خواجہ یزداں گزاشتم

کال ذات پاک مرتبه دان محمد ^{صلی الله علیه و آله} است

یوں تو بزمانہ ملازمت دائرۃ المعارف میں مختلف فنون کی بیسیوں ضخیم کتابیں میری تصحیح و ایڈٹ سے شائع ہو چکی ہیں مگر اردو داں احباب کے لئے جو عربی سے کماحقہ واقف نہیں ”عید میلاد النبی ﷺ“ کے سلسلہ میں یہ تحقیقی مقالہ مرتب و پیش کیا گیا ہے کہ اختلاف دور ہو اور اہل سنت والجماعۃ کے مسلک پر سب متفق ہو جائیں اور نجات پائیں، خصوصاً حضور پر نور ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان کے تعلق سے۔

یہ مصطفیٰ پرہاں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر پاؤں رسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

خادم العلم والعلماء

سید محمد حبیب اللہ قادری (رشید یادشاہ)

امير جامعه نظاميه، موظف صدر ^{مصحح} دائرة المعارف

و معتمد صدر مجلس علمائے دکن۔ شاہ مخ، حیدر آباد

۲۷ رمضان ۱۳۱۳ھ

”بشار الخيرات“

برایک بصیرت افروز تبصرہ

مُهَسِّبًا مُحَمَّدًا لَا مُصَلِّيًا مُسْلِمًا

اما بعد!

آخرت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ الہی کی ہے اور دنیا کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ نسبتِ غلامی کی ہے کہ آپ ﷺ کے حلقہٴ بگوش بنا دیئے جانے سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی بڑائی نہیں۔ آپ ﷺ کے جو عظیم احسانات ہم پر ہیں اُن کی جزاء آپ ﷺ کو ہم تو دے نہیں سکتے اور نہ ہی آپ ﷺ کے حقوق ہم سے ادا ہو سکتے ہیں! اُسے اگر خود مولیٰ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ ﷺ کو جزاء دیدے تو وہ اور بات ہے اور اسی کی اُس سے التجاء و دعا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَاحًا

دَائِمَةً مَقْبُولَةٌ تُوَدَّى بِهَا عَنَا حَقُّهُ الْعَظِيمُ

(یا اللہ! تو محمد ﷺ اور آپ کی آل پر ایسی رحمت کاملہ نازل فرما جو مقبول اور ہمیشہ رہنے والی ہو تو اس کے ذریعے ہماری طرف سے آپ کا عظیم حق ادا کروے)

یہی وہ درود شریف ہے جو تالیف ”دلائل الخیرات“ کا سبب بنا اور اسے ”صلاة البر“ بھی کہتے ہیں۔

ہر شخص محتاج اور درویش شریف حاجت روائی کا وسیلہ ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ”مثنوی شریف“ میں فرماتے ہیں:

چونکہ ذاتِ بود محتاج الیہ
زین سبب فرمود حق صلوا علیہ

اس طرح قضاء حاجات دینی و دنیوی دونوں کے لئے سرور کائنات کی ذاتِ اقدس ﷺ محتاج الیہ ٹھہری، آپ پر صلاۃ بھیجنے کا حکم دیتے ہوئے ”صَلُّوْا عَلَیْہِ“ مولیٰ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔ فی الحقیقہ ساری کائنات تمام امور میں بلکہ خود اپنے وجود میں حضور ﷺ کی محتاج ہے جیسا کہ ”دلائل الخیرات“ کے ایک دُرود میں وارد ہے:

”انسان عین الوجود والسبب فی کل وجود“

تو اصل وجود آدمی از شمت

دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

خلقت میں اقلیت حضور ﷺ کے نور کو حاصل ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان پاک

ہے۔

”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو تخلیق فرمایا۔

علامہ اکثر محمد اقبال رحمہ اللہ کے شعر میں صرف دینی امور کا تذکرہ ہے اور اُن بے دینوں کی تردید جو اس وسیلہ عظمیٰ کے بغیر حق رسی کی امید رکھتے ہیں فرمایا:

یہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہی است

ترجمہ:- جو مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہیں یعنی آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں دین اُن کا ہے اگر آپ ﷺ کے ساتھ محبت نہیں کرتے تو وہ ابولہب جیسے ہیں۔

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ دین ہو کہ دنیا کوئی بھی چیز اس آستانہ تک رسائی کے بغیر دستیاب نہیں ہو سکتی جیسا کہ مولانا نے روم کے شعر میں لفظ ”محتاج الیہ“ کا عموم اس پر دال

ہے۔

خاک سر کوئے تو ایں طرفہ اثر دارد
ہم صندل درد سر ہم سرمہ بینائی

ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

حضور نبی کریم ﷺ پر صلاۃ بھیجنے کا فائدہ خود اُسی کی طرف پلٹتا ہے جو آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے، کیونکہ اس سے عقیدے کی وضاحت، نیت کا خلوص، محبت کا اظہار اور واسطہ کریمہ ﷺ کی طاعت و احترام کا ثبوت ملتا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری) علامہ حلیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا مقصد حکم الہی بجالانا اور ”تقرب الی اللہ“ ہے و نیز حضور ﷺ کا جو حق ہم پر ہے اُسے ادا کرنا ہے۔

عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر ہمارا صلاۃ بھیجنا ہماری طرف سے آپ کے واسطے کوئی شفاعت و سفارش نہیں، کیونکہ ہم جیسے آپ ﷺ جیسے کے لئے سفارش نہیں کر سکتے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مامور فرمایا ہے کہ اپنے محسن کا بدلہ چکائیں اور ہم یہاں اس سے عاجز ہیں اس لئے مکافات احسان کے سلسلے میں حضور سرور کائنات ﷺ کے واسطے صرف دُعا کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا کہ ہمارے نبی ﷺ کی مکافات احسان سے ہم جب عاجز ہیں تو اپنے ارشاد سے آپ پر درود بھیجنے کی اُس نے رہنمائی فرمادی۔ اس ہدایت پر عمل کر کے درود شریف پڑھنے کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت کی توفیق مل جاتی ہے اور وہ ملائکہ مقربین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ (پ ۲۲ سورۃ الاحزاب: ۵۶)

درود شریف پڑھنے کی غرض و غایت اس قدر سمجھ میں آ جانے کے بعد اب اس کا حکم شرعی معلوم کیجئے اس کے بعد وحی کی روشنی میں فضائل درود کا اختصار بصیرت افروز ہو جائے گا۔ اس تمہید و تذکرہ کے بعد تبصرہ ہو گا حضور سیدنا غوث اعظم ﷺ کے الہامی درود کے مجموعے کی ضرورت و افادیت اور طاعت پر۔

شعبان ۲ ہجری میں اس کا حکم دیا گیا۔

آیت کریمہ ”صَلُّوا“ کا مینہ امر و حکم کا ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے یا عذب و استحباب کے لئے۔ پھر یہ صلاۃ (دُرود) فرض عین ہے یا فرض کفایہ اور جب کبھی حضور ﷺ کا نام نامی لیا جائے تو بار بار دُرود پڑھا جائے یا ایک بار پڑھ لینا کافی ہے۔

”دُرود مختار“ میں ہے کہ عمر بھر میں ایک بار دُرود پڑھنا فرض ہے۔

”ترمذی شریف“ کی حدیث ہے حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ

”کامل بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر صلاۃ نہ بھیجے“

اور اسی لئے حکم شرعی یہ ہے کہ جب کبھی حضور ﷺ کا نام نامی لیا جائے ذکر و سماع دونوں پر درود پڑھنا واجب ہے اگرچہ مجلس ایک ہو اور یہی اصح یعنی صحیح تر قول ہے۔ بعض فقہاء وجوب کفایہ کے قائل ہیں کہ مجلس میں اگر آپ ﷺ کا ذکر شریف آئے تو حاضرین مجلس میں سے بعض اگر درود پڑھ لیں تو سب کے ذمے سے اس کا وجوب ساقط ہو جائے گا۔ قاعدۂ اخیرہ کے اندر دُرود پڑھنا امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس فرض ہے اور جمہور علماء کے پاس سنت اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

”دُرود مختار“ میں ہے کہ اوقات و امکان میں یعنی جہاں کوئی مانع نہ ہو درود پڑھنا مستحب

ہے۔

”شرح الفاسی علی دلائل الخیرات“ کے حوالے سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے ”رد المحتار“

میں لکھا ہے ”علماء نے صراحت کی ہے کہ چند مواقع ایسے ہیں جن میں درود پڑھنا مستحب ہے:

بروز جمعہ اور شب جمعہ (ہفتہ اتوار اور پنجشنبہ کا اضافہ بھی بعض نے کیا ہے) صبح و شام مسجد میں داخل ہوتے اور باہر نکلنے وقت زیارت قبر النبی ﷺ کے وقت صفاء و مردہ کے پاس خطبہ جمعہ وغیرہ میں دعاء قنوت کے بعد تکبیر سے فارغ ہونے کے وقت اجتماع اور

افتراق کے وقت یعنی جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملیں یا علیحدہ ہوں وضوء کے وقت طمین اذن یعنی کان میں سیٹی کی سی آواز آتے وقت کوئی چیز بھول جانے کے وقت وعظ کے وقت نشر علوم کے وقت حدیث پڑھنا شروع کرتے اور اخیر وقت سوال اور فتویٰ لکھتے وقت ہر مصنف کے لئے پڑھنے والے کے لئے پڑھانے والے کے لئے خطبہ دینے والے کے لئے مفتی کرنے والے کے لئے شادی کرنے والے کے لئے رسائل میں اور تمام اہم امور کے سامنے حضور ﷺ کے اسم سامی کا ذکر کرے یا سنے یا لکھے تو دُرود پڑھنا چاہئے (ان لوگوں کے پاس جو اس کے وجوب کے قائل نہیں مگر یہ بھی مستحب ہونے کے قائل ضرور ہیں۔ امام کرخی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں مگر امام طحاوی رحمہ اللہ وجوب کے قائل ہیں اور اصح قول انہی کا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔)

بعض مواقع ایسے بھی ہیں جن میں درود پڑھنا مکروہ ہے۔

مغائے نبوت یہ معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھا جائے کیونکہ یہ محبت کی دلیل ہے۔ ”مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهِ“۔ (جو کسی سے محبت کرتا ہے اُس کا نام کثرت سے لیتا ہے)۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو کسے دا عاشق ہوندا او سے دی گل کردا

سو سو کر بہانے کر کے اُس دے مرنے مردا

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ”انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر کثرت سے صلاۃ بھیجتا ہوں اپنی صلاۃ یعنی دعاء میں سے جو اپنی ذات کے لئے ہو آپ ﷺ کے لئے کتنا حصہ مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہو۔ میں نے کہا: چوتھا حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہو اور اگر اس میں اضافہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: آدھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جو چاہو اور اگر اضافہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: دو تہائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم

جو چاہو اور اگر اضافہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: میں آپ ﷺ کے لئے اپنی پوری صلاۃ و دعاء مقرر کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی صورت میں تمہاری کفایت کی جائے گی تمہارے ارادے میں اور تمہارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر اپنے لئے کچھ دعاء نہ بھی کرے اور پورا وقت حضور نبی کریم ﷺ پر صلاۃ بھیجنے میں گزار دے تو کفایت کی جاتی ہے اور بے مانگے مقصد پورے ہوتے ہیں اور گناہ نہ صرف معاف ہو جاتے ہیں بلکہ نامہ اعمال سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔

ذکر الہی کے تعلق سے بھی حدیث قدسی میں ایسا ہی وارد ہے فرمایا: "مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِي عَنْ مَسْئَلَتِي أَنْعَمْتُ لَهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ" (جس کسی کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے اور دعاء کرنے سے روک دے تو میں اُس کو اس سے بہتر دوں گا جو مانگنے والے کو دیتا ہوں)۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ملتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو کوئی مجھ پر ایک بار صلاۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اُس پر دس صلاۃ بھیجتا ہے۔"

مسند امام احمد بن حنبل میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مروی ہے کہ "جو کوئی نبی ﷺ پر ایک بار صلاۃ بھیجے تو اُس پر اللہ اور اُس کے فرشتے ستر (۷۰) بار صلاۃ بھیجتے ہیں" ہو سکتا ہے کہ یہ غیر معمولی اضافہ جمعہ کے دن کے ساتھ خاص ہو کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن کے اعمال (۷۰) گنا ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حج اکبر (جو جمعہ کے دن ہوتا ہے) ستر حج کے برابر ہوتا ہے۔

"ذکر مختار" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بحوالہ اسماعیلی وغیرہ نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو کوئی مجھ پر ایک بار صلاۃ بھیجے اور وہ اس سے قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ مٹا دیتا ہے یعنی کراما کا تبین کی تحریر نامہ اعمال سے محو کر دی جاتی ہے۔"

"وَكُفِّرَ عَنْكَ سَائِرُكَ"

"بشار الخیرات" کا ش پہلے مجھے مل جاتی کہ میں اسے پہلے سے اپنے اوراد میں شامل کر لیتا میں جہاں تک سمجھتا ہوں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے الہامی درود کا یہ مجموعہ ہندو پاکستان میں پہلے موجود نہ تھا ورنہ کم از کم سلسلہ قادریہ کے وابستگان کے اوراد و وظائف میں ضرور اسے شامل کر لیا جاتا اللہ تعالیٰ ابوالفضل صاحب کو دین کی خدمت کے لئے دیر پا سلامت باکرامت رکھے! کبرنی اور طویل علالت کے باوجود "بشار الخیرات" کی طباعت کے سلسلے میں بڑی دلچسپی لی اس کا مقدمہ بھی تحریر فرمایا جو بڑا جامع ہے مجھ سے بھی فرمائش کی کہ اس پر تبصرہ لکھوں! اپنی خرابی صحت اور گونا گوں مصروفیات کے باوجود تعمیل حکم میں سر تسلیم خم کر دینا پڑا، خصوصاً جبکہ اس خدمت میں خود کتاب کے نام سے خبر کی بشارت مل رہی ہے۔ محترم بھائی ابوالفضل صاحب کے مقدمے سے علم ہوا کہ درود شریف کی سب سے عظیم و جبرک کتاب الحاج مولوی میر بہادر علی اقبال صاحب (حسابی) انجینئر کے مقدر میں آپ کے برادر خورد الحاج میر محمد الدین علی صاحب عرف مقبول پاشا سول انجینئر کے ذریعہ مکہ شریف سے آئی۔ موصوف کا یہ احسان ہے کہ انہوں نے ابوالفضل صاحب کو "بشار الخیرات" کی طباعت کی اجازت دی اور ہر لحاظ سے پر خلوص تعاون کیا ورنہ شاید یہ کتاب طبع نہ ہوتی۔ آپ کے ان ہی "خیرات" پر بے شمار "بشار" ہیں جس کے لئے آپ قائل مبارک باد ہیں۔

میں نے اصل کتاب کے عربی متن کے پرفس ریڈنگ کر کے تصحیح کر دی ہے۔ اس کی صحت پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ کتابت نہایت عمدہ کروائی گئی ہے۔ خط بہت دیدہ زیب ہے اور پوری کتاب انتہائی خوبصورت طریقے پر مرصع و مزین کی گئی ہے۔

"بشار الخیرات" کی طباعت کے بعد اب مرحلہ اس کی نشر و اشاعت کا ہے۔ تمام اصحاب سلاسل خصوصاً سلسلہ عالیہ قادریہ کے وابستگان سے میری پر خلوص درخواست ہے کہ وہ ضرور اس الہامی درود کو پھیلائیں اور اپنے روزمرہ کے وظائف و اوراد میں اسے شامل کر لیں پھر قدرت کا تماشا دیکھیں! اس کی پڑھائی کے لئے صرف پانچ سات منٹ درکار

ہیں۔

سبحان اللہ! صلوات و درود اللہ تعالیٰ کے الہام سے ملیں اور ان کی فضیلت کے بارے میں حضور ﷺ فرمادیں کہ ان میں بے شمار فضیلتیں ہیں۔

”بشار الخیرات“ کے فضائل میں اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ مقدمہ کے آخر میں حضرت سیدنا غوث اعظم ﷺ نے فرمایا: یہی ہے صلاۃ المصلین، قرآن الذاکرین، موعظۃ المتقین، وسیلۃ المتوسلین اور یہی ہے صلاۃ القرآن العظیم۔

”بشار الخیرات“ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہر درود میں نبی الامی ﷺ کی دونوں صفات بَشِيرٌ مُبَشِّرٌ کے ساتھ مناسب آیتوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اسی لئے ان درودوں کی تعبیر میں ”الصلاۃ القرآن العظیم“ کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں اور ہر ایک درود میں بشارت کے مستحقین کی صراحت فرمادی گئی ہے مثلاً مبشر للمومنین، مبشر للذاکرین، مبشر للعالمین، مبشر للواہین، مبشر للتواہین..... یہی بشارات اور کتاب کے ہر درود میں بشیر و مبشر پر صلوات ”بشار الخیرات“ کی وجہ تسمیہ ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ”بشار الخیرات“ کو خوب پھیلائے، اس کا فیض عام ہو اور مولیٰ تعالیٰ اپنے تقرب سے قارئین کو نوازے اور حبیب پاک ﷺ کے وسیلہ سے ایسا فضل و کرم ان کے شامل حال فرمادے جو اس کی تالیف کے وقت حضرت سیدنا غوث الاعظم ﷺ کے پیش نظر تھا۔

”وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ“

تک اسلاف

شاہ سنج، حیدر آباد ندھرا پردیش
۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۸ ہجری بروز پنجشنبہ
سید حبیب اللہ قادری (رشید پادشاہ)
امیر جامعہ نظامیہ
شرح دستخط

۲۳ ستمبر ۱۹۸۸ عیسوی



تاج مہدی ایران کا مشہور عجائب گھر، جس کا نام انڈیا کی سرکاری سرکاری ادارہ کے تحت رکھا گیا ہے۔ 14 ویں صدی کے ہے۔



تاج مہدی کے دو عجائب گھر ہیں جن میں سے ایک انڈیا کی سرکاری سرکاری ادارہ کے تحت رکھا گیا ہے۔ 14 ویں صدی کے ہے۔



تاج مہدی کے دو عجائب گھر ہیں جن میں سے ایک انڈیا کی سرکاری سرکاری ادارہ کے تحت رکھا گیا ہے۔ 14 ویں صدی کے ہے۔



تاج مہدی کے دو عجائب گھر ہیں جن میں سے ایک انڈیا کی سرکاری سرکاری ادارہ کے تحت رکھا گیا ہے۔ 14 ویں صدی کے ہے۔